بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر

قادیان

ایڈیٹر۔ محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ششماہی ۳-۵۰ روپے
ممالک غیر ۷-۵۰ ”
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۲۵ ہجرت ۱۳۴۰ ہش ۹ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ ۲۵ مئی ۱۹۶۱ء | نمبر ۲

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۰ مئی (بوقت ۸½ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ رپورٹ مظہر ہے کہ "پرسوں دوپہر سے شام تک حضور کو ضعف کی شکایت رہی کل حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی اس وقت بھی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔"

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے خاص توجہ اور الحاح کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور حضور کو جلد شفایاب فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۲ مئی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ ربہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے

میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے

سلسلہ احمدیہ میں قیام خلافت کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واضح ارشادات!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے دو اڑھائی سال قبل رسالہ الوصیت میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" ......

"سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے۔ تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں، اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو!!"

"اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

(رسالہ الوصیت مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

آئی ہے عید قرباں قربانیاں مبارک

(از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

آئی ہے عید قرباں قربانیاں مبارک
ارض حرم میں سب کو جولانیاں مبارک

مہجور کو سناتی ہے یاد ذادیاں کی
شب ہائے ہجر کی یہ طولانیاں مبارک

ہے سرگذشت اپنی اسلامی ہی سراسر
اے شاہ دلفگار کلدانیاں مبارک

جانی مملکت کیا۔ رب کی رضا کی خاطر
ابراہیم دم برائے وحانیاں مبارک

دنیا میں بول بالا عثمنی میں شان اعلیٰ
فاروقیاں مبارک عثمانیاں مبارک

احمد نبی بنایا تم کو یہاں بسایا
اسلاق درجہاں کی رحمانیاں مبارک

عیسیٰ تو مر چکا ہے مہدی گذر چکا ہے
جو منتظر ہیں ان کو نادانیاں مبارک

اس نور پر ضیا پہ محمود پارسا پہ
دن رات اپنی گوہر افشانیاں مبارک

اکمل کے یہ ترانے۔ احباب کو سنانے
خوش گوئیاں مبارک۔ خوش خوانیاں مبارک

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ۔ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۶۱ء

قربانیوں کی عید

اسلام میں ذوالحجہ کی دسویں تاریخ جو عید منائی جاتی ہے وہ عید الاضحیہ یا قربانیوں کی عید کے نام سے موسوم ہے۔ درحقیقت یہ عید تین بزرگوں حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام کی بے نظیر قربانیوں کی یاد میں منائی جاتی ہے ان قربانیوں کی تفصیل کی نہ یہاں گنجائش ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کی تفصیلات سے تقریباً ہر مسلمان بخوبی واقف و آگاہ ہے مختصر یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر گوشے اور اپنی محبوب رفیقہ حیات کو محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑا۔ ایسی حالت میں اس اللہ کی بندی نے جس صبر و رضا کا نمونہ دکھایا اس کی شان تاریخ عالم میں نہیں ملتی اور سعادت مند بیٹے نے باپ کی وساطت سے خدا تعالیٰ کا حکم سننے پر جس تسلیم و رضا کا اظہار کیا وہ بھی ناقابل فراموش ہے ان تینوں کی سچی قربانی کے شجرہ طیبہ کو جو پھل لگے اس کے نمونے اب بھی موجود ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں برس بیت گئے مگر جس تواتر کے ساتھ ان کی قربانیوں کی یادگار قائم ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک لمبا عرصہ بعد اسلام آیا۔ اسلام نے ان کی اس یادگار کو زیادہ پختگی کے ساتھ قائم کر لیا۔ مگر اسے محض رسم بنا دینے کو ناپسند قرار دیتے ہوئے صاف فرما دیا کہ

لن ینال اللہ لحومھا
ولا دماؤھا ولکن ینالہ
التقویٰ منکم

یعنی اے لوگو! یہ جو تم سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مقررہ تاریخوں پر اپنے جانوروں کی قربانیاں کرتے ہو جب تک اس ظاہری عمل کے ساتھ تمہارے تقویٰ کا جوہر شامل نہیں ہوتا اس وقت تک یہ قربانیاں محض گوشت اور خون کا مجموعہ ہیں جن کی رسائی حضرت کبریا کی درگاہ میں ممکن نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ بارگاہ رب العزت میں تمہارے لئے حقیقی قربت کا ذریعہ بنیں تو ضرور ہے کہ تمہاری ظاہری قربانیوں کے ساتھ تمہارے دل بھی آستانہ الوہیت پر ویسے ہی قربان ہونے کے لئے تڑپ رہے ہوں جیسے تمہاری مملوکہ قربانیاں ذبح کرنے والے کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہیں۔ قربانی کی قبولیت کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ خدا کو ما فی الضمیر جان کر جملہ اعمال کو بجا لانا ہی تقویٰ ہے۔ اس لئے دل کی صفائی کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دل ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

التقویٰ ھٰھنا کہ تقویٰ یہاں (پیدا ہوتا) ہے۔

قربانی کے وقت قربانی دینے والے کے دلی جذبات بھی جب تک بالکل ایسے ہی نہیں ہو جاتے اس وقت تک قربانی کا مقصد حل نہیں ہوتا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے عید الاضحیہ کی قربانی کے فلسفہ کے بارہ میں کیا ہی خوب فرمایا۔

وَاعْلَمْ مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَہٗ
نَحَرَ نَاقَۃَ نَفْسِہٖ
وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ۔

مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو۔

(خطبہ الہامیہ ص)

باقی یہ جو اس موقعہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے عید منائی جاتی ہے۔ تو اس کا بھی مطلب یہ ہے کہ سچی خوشی کے اظہار کا وہ وقت ہے جو قربانیوں کے بعد آئے۔ جو کسان یہ وقت زمین جوتتا ہے راتوں کو جاگتا اور دن کے وقت طرح طرح کی مشقت اٹھاتا ہے وہی ڈھیروں ڈھیر غلہ گھر لاتا ہے۔ تب اس کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی۔ جس صورت میں کہ ہماری جماعت بھی ایک عظیم مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اسے اس عجیب نکتہ کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا چاہیئے کہ یہ وقت قربانی پیش کرنے کا ہے۔ جماعتی نقطۂ نگاہ سے ہمارے لئے حقیقی عید کا وہ موقع ہوگا جب ساری دنیا میں ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل جائے اور خدا کو بھول چکی مخلوق کا تعلق اس کے خالق سے استوار ہو جاتے!!

پس آؤ ہم سب مل کر اس بڑی عید کا دن قریب تر لانے کی کوشش میں لگ جائیں۔ اور اس راہ میں اپنی حقیر مالی جانی اور دیگر ہر قسم کی ایسی قربانی دینے سے گریز نہ کریں جس کی دین اسلام کو ضرورت پیش آئے!! خدا تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

جماعت کے لئے خلافت کی الٰہی نعمت

اخبار صدق جدید مورخہ ۱۲ ؍ مئی ۱۹۶۱ء صفحہ ۵ پر ایک فرمائش کے عنوان سے ایک مراسلہ درج ہے جس میں مراسلہ نگار مدیر صدق جدید سے اس طرح مخاطب ہیں:۔

"آپ نے تو بہر حال اپنی زندگی گذار ہی لی مگر ہم لوگوں کو تو راہ بھی تلاش کرنی ہے اور منزل بھی۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ "روشنی" کہاں سے حاصل کی جائے۔ اور چیزوں کو تو میں نہیں جانتا لیکن زندگی کے متعلق میں ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس دیئے کو جلانے کے لئے شخصیت ہی کی روشنی درکار ہوتی ہے۔"

یہ ایک فطرتی آواز ہے جو صحیح راہنمائی کیلئے کسی کامل شخصیت کی جستجو کے متعلق بلند کی گئی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا علامہ نیاز فتحپوری صاحب نے بھی اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے اپنے موقر رسالہ "نگار" میں لکھا:۔

"جب ہم دنیا کے مختلف مذاہب و ادیان اور ان کے ماننے والوں کے ناقابل عروج و زوال کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو صرف ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں انقلابات کتابوں نے نہیں بلکہ شخصیتوں نے پیدا کئے ہیں۔ یعنی جب ابھارنے والی شخصیت موجود رہی تو قوم بھی ترقی کرتی رہی اور جب وہ شخصیت فنا ہو گئی تو قومی ترقی بھی رک گئی۔"

(نگار بابت ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

اس پہلو سے اگر آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور انبیاء و مرسلین کی سیرت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر نظر کریں تو ان کے سنہری کارناموں میں جو چیز نمایاں کمال دکھتی ہے۔ وہ یہی ہے جسے قرآنی بیان میں تزکیہ کے لفظ سے ظاہر کیا گیا ہے ذرا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ پر غور کیجئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم کام کو چار مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی تلاوت آیات (۲) تزکیہ نفوس تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔

غور کیجئے یہ جو دوسرے نمبر کا کام ہے وہ حضور ہی کی ذات اقدس سے البتہ ہے۔ آپ کی پاک صحبت اور انفاس قدسیہ کی برکت سے صحابہ کرام دنوں میں زمین سے عرش تک جا پہنچے!!

آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خدا تعالیٰ نے اس مقام پر فائز کیا اور آپ کو رسول اللہ کی خلافت و نیابت کا سر رنگ میں شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے خلفاء عظام اس منصب پر ممسوح ہوتے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے مبارک ہاتھوں اصلاح امت کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے محروم رہ جانے کے سبب اس وقت مسلمان قعر مذلت میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ باوجودیکہ اپنی کھوئی ہوئی شوکت کو پھر سے حاصل کرنے کی مسلمانوں میں شدید آرزو ہے۔ مگر ہر چند ہاتھ پاؤں مارنے کے پھر بھی ان کا ہر قدم پیچھے ہی کی طرف پڑتا ہے ۔۔۔ مگر احمدیہ جماعت کی حالت اس سے قطعی طور پر مختلف ہے ۔۔۔ جب سے اس جماعت کی بنیاد پڑی اس کا ہر قدم ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ اور اب تو اسے ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

اس مقدس جماعت کی اس طرح کی کامیابی و کامرانی کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس نے اس روحانی وجود سے براہ راست تعلق پیدا کیا جسے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے مامور کیا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے سب افراد جماعت نے تازہ ایمان حاصل کیا اور دین اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔

یہ برگزیدہ انسان جب اپنا کام ختم کر چکا تو اس آسمانی خدا نے اس کے سلسلہ کو قائم و دائم رکھنے کے لئے حسب وعدہ خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا اور آخرین منھم کے حاجی الحرمین حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں استحکام خلافت کا کام پورا ہوا۔ اور چھ سال تک نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ خدمت دین کا زریں سلسلہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احباب جماعت سے پر معارف خطاب

فرمودہ ۲۶ ر دسمبر ۱۹۰۸ء بعد نماز ظہر بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان

بمطابق اعلان دفتر نظارت دعوت و تبلیغ قادیان مورخہ ۲۷ رمئی کو "یوم خلافت" منایا جانے والا ہے۔ اس بابرکت تقریب پر بدر کے پرانے فائل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس پر معارف خطاب کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جو آپؓ نے اپنے عہد خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب جماعت سے فرمایا۔ امید ہے کہ اس مناسبت سے یہ درج پر در خطاب دلچسپی سے پڑھا جائے گا اور بیان کردہ امور پر عمل پیرا ہونے کی سعی کی جائے گی۔ ——— (ایڈیٹر)

دیندار ماں

میری ماں قرآن خوب جانتی تھی۔ حمل کے اندر بھی قرآن ہی کی آواز مجھے پہنچی۔ نیک عورتوں کو بیاہنے کی کوشش کرو۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نکاح کے لئے خوبصورتی، مال اور حسب نسب ڈھونڈھتے ہیں۔ مگر فاظفر بذات الدین تربت یداك یعنی تم دیندار عورت کو تلاش کرو۔ مالدار کی تلاش بھی بعض اوقات بہت مفید ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی جو دیندار ماں سے بچے کو فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ وہ ہرگز کسی دوسرے سے نہیں پہنچ سکتے۔ ہم نے تو اپنی ماں سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ قرآن کا سبق ہم نے اسی کے زیر سایہ پڑھا یہ گویا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پہلا سبق ہے۔ پھر اپنا ہمیں دودھ چھڑانا یاد ہے اس کے بعد میری تربیت کا ایک اور زمانہ شروع ہوا۔ جو ایسے ہی پاک اثر کے نیچے تھا۔ میری بھاوج مولوی بگد والے کے خاندان سے تھی۔ ان کی گود میں بھی میں نے انت الهادی انت الحق لیس الهادی الا هو کو سُنا۔ پھر جب میں پڑھنے لگا تو مجھے خوب یاد ہے کہ پنجستان سے ایک تاجر چار سے ڈیرہ میں آیا۔ اُس نے کوئی چیز پڑھتے وقت میرے لب دیکھے کہا کہ اسے قرآن شریف پڑھایئے اور مجھے ایک پنجسورہ جو اذا وقعت الواقعۃ سے شروع ہوتا تھا دیا۔

تردید شرک

اس کہانی سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ مائیں کیسی چاہئیں اور بھاوجیں کیسی اور دوسرے رشتہ دار کیسے۔ پھر واعظوں میں سے ایک غلام محی الدین نام تھا ان کے وعظ کا مجھے شوق تھا جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بہت عمدگی کے ساتھ میرے دل میں بیٹھ گیا تو ایک کتاب مشارق الانوار نام مجھے ملی۔ جسے میں نے نہایت محبت سے پڑھا اور اس سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا مجھے یوں بھی اردو سے بہت رغبت تھی۔ اور شرک سے نفرت اس لئے وہ کتاب میرے ذوق کی تھی۔ شرک کی اصل جڑ کمزوری اور کم عقلی ہے۔ دنیا کسی چیز سے نقصان کا خوف ہوا یا فائدہ پہنچا تو اس کی پرستش شروع ہو گئی۔ بحمد اللہ کہ ہم اپنی ماں اور دیگر محسنوں کی تعلیم کی وجہ سے شرک سے بچ گئے۔

قبولیتِ دعا

پھر اس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے وظیفے یا یوں کہئے کہ اس اعتقاد کے ذریعہ ہمیں ایک اور سیڑھی عطا ہوئی جس کا نام دعا ہے۔ کیونکہ یہ خیال میرے دماغ میں جاگزیں ہو گیا کہ جب خدا ہی تمام امور کا کارساز ہے تو کیوں نہ اسی سے دعا کی جائے۔ پھر ایک اور کتاب تقویۃ الایمان اور ایک تیسری کتاب زاد المتقین نے میرے دل میں بہت ہی آبپاشی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کی۔ پھر دعا کا جوش دن بدن بڑھتا گیا اور ادھر مجھے ایک مطلب پیش آیا میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ اس کی کیا تدبیر کروں اس نے جواب دیا۔ افسوس! میرے پاس اس مطلب کے حصول کے لئے کوئی عمل یاد نہیں۔ اس پر میرے مولیٰ نے میری رہنمائی کی اور میں نے کہا آؤ عقل و ہمت سے کام لیں اور دعا کریں کیونکہ اگر انسان کامل یقین کے ساتھ پکارے تو وہ سنتا ہے۔ اس لئے میرا مطلب عشاء کے وقت ہی حاصل ہو گیا۔ اس پر میرا اُستاد بجائے اس کے کہ اس سے کچھ دعا کے متعلق تلذذ حاصل کرتا یہ گمان کرنے لگا کہ گویا میں کوئی عمل جانتا ہوں خیر مجھے اس مطلب کے حصول کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بڑی چیز ہے اور دعا۔ اور توجہ اور عقل و ہمت کام کی چیز ہے۔ اس کے بعد یہ جوش پیدا ہوا کہ خدا کو راضی کروں اور یہ رضا کا جوش یہاں تک ترقی کر گیا کہ جب میں کسی گاؤں میں جاتا تو دعا پڑھ لیتا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم رب السمٰوٰت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین فانا نسئلك خیر ھذہ القریۃ و خیر اھلھا وخیر ما فیھا واعوذبك من شر ھذہ القریۃ وشر اھلھا وشر ما فیھا۔ اللّٰھم بارك لنا فیھا (ثلاثًا) اللّٰھم ارزقنا جناھا واعذنا من وباھا اللّٰھم حببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا (الحصن) ترجمہ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے اللہ رب ساتوں آسمانوں کے اور ہر ایک چیز کے کہ جس پر وہ سایہ کرتے ہیں۔ اور رب ساتوں زمینوں کے اور اس چیز کے جس کو وہ اُٹھاتی ہیں اور رب شیطان کے اور ان کے جن کو وہ بہکاتے ہیں۔ اور رب ہواؤں کے اور اس چیز کے جس کو وہ بکھیرتی ہیں چاہتا ہوں میں تجھ سے بھلائی اس بستی کی اور بھلائی اس کے رہنے والوں کی۔ اور بھلائی سب اس کے اندر کی اور اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بستی کی بدی سے اور اس کے رہنے والوں کی بدی سے جو اس میں ہے۔ الٰہی برکت دے ہمارے واسطے اس بستی میں (تین بار) اے اللہ نصیب کر ہم کو حیات اس بستی کی اور پناہ میں رکھ اس کی وبا سے۔ اے اللہ محبت دے ہماری اس کے رہنے والوں کو اور محبت دے ہم کو اس کے نیک لوگوں کی یعنی اس شہر کی خیر سے متمتع کر اور بدی بازوں سے بچا لے۔ میں اسکے رہنے والوں میں سے کسی کو محبوب نہ بناؤں مگر اُسے جو تیرا محبوب ہے۔ چنانچہ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ ایک احسان ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور یہی ان کی رسالت کی صداقت کا میرے نزدیک بھاری ثبوت ہے۔ میں نے بمبئی و حجاز میں بھی یہی دعائیں کیں اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بچپن میں جو میرے دوست تھے وہ اب تک بھی مجھے ویسے ہی پیارے لگتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اسی قسم کی دعا کی تھی۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ اے میرے رب جو کچھ تو مجھ پر نازل کرے خیر سے میں اس کی احتیاج رکھتا ہوں۔

رضاءِ الٰہی

خیر جب میں یہاں تک پہنچا (ساری کہانی کس طرح سناؤں) تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جن بعض لوگوں سے مجھ کو محبت تھی ان کو راضی کرنے کی کوشش کیا تھا اور وہ اُلٹے ناراض ہونے لگے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ میرے ایک دوست چائے کے عادی تھے۔ میں نے ان کے لئے چائے پکوانے کا انتظام کیا اور اُن سے نہایت خوشی کے ساتھ ذکر کیا کہ میں نے آپ کے لئے چائے پکوائی ہے۔ یہ سُنکر وہ بہت ناراض ہوئے اور یہ کہکر چلدیئے کہ چائے تو ہم بھیڑے کو بھی پکا دیتے ہیں اور یہ مجھے چائے کا احسان جتاتا ہے۔ اور کہتا پھرتا ہے کہ میں نے اس کے لئے چائے پکوائی ہے۔ اس کے ناراض ہونے سے مجھ پر ایک نکتہ کھلا کہ جب ایک انسان دوسرے انسان کی رضامندی کی راہ معلوم نہیں کر سکتا تو پھر انسان کے پیدا کرنے والے کی رضامندی کی راہ کیونکر دریافت ہو سکتی ہے؟ جب مخلوق کی راہ نہیں سمجھی جا سکتی تو محیط کی رضامندی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟ میں اس دوست کو جواب تک ناراض ہے قابل عزت سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی طرف اپنی اس ناراضی سے متوجہ کیا۔ اسی لئے میں اسے اپنا استاد کہا کرتا ہوں۔ خیر اس عجیب نکتہ نے مجھے حیران پریشان کر دیا اور مشکلات میں ڈال دیا۔ تب میں نے دعائیں اور ترقی کی۔ کہ میں تجھے اے مولیٰ راضی کرنا چاہتا ہوں تو اپنی رضا کی راہ مجھے بتا دے پھر مجھے یہ فکر پڑی کہ جب وہ رب الغنی ہے تو مجھے اس کے راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے پھر جواب مجھے سمجھایا گیا کہ دمبدم حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے اور جب یہ موجودہ حالت بدل جائے گی تو یہ موجودہ سامان کام نہ دے گا۔ پس اے میرے مولیٰ مجھے وقتاً فوقتاً جو ضرورت ہو وہ دیدے۔ اپنے بچوں کو دیکھتا ہوں کہ ایک وقت وہ کسی چیز کو بڑے جوش سے مانگتے ہیں مگر جب لا کر دی جاتی ہے تو فوراً ایک نئی خواہش پیدا ہوتی ہے اور پھر اس کے لئے ضد کرتے ہیں غرض انسان کو جدید حاجتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ دیکھو ایک ماں بچہ کے لئے کس قدر مفید ہے بچہ ہمیشہ اس کی گود میں رہنا پسند کرتا ہے مگر جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنی سکینت اور آرام کے لئے کسی اور کا محتاج ہوتا ہے توریت میں لکھا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی خاطر ماں باپ سے الگ ہو گا۔ بعض اوقات بچہ پیدا ہوتا ہے تو مر جاتا ہے۔ میرے نو بچے مر گئے۔ ایک بیوی نے تو اس صدمے سے سخت تکلیف اٹھائی۔ اس سے پتہ لگا کہ کوئی محبت کے قابل ہے تو وہ اللہ ہے۔ اس بات نے رضا کی خواہش میں نیا جوش پیدا کیا۔

محبت کتاب اللہ

جن کتابوں کے مطالعہ کا بہت شائق

ہوں ایک دفعہ ایک کتاب میں مَیں نے لکھا دیکھا کہ فلاں فلاں مقام و موقعہ پر یہ دعا مانگے۔ یہ پڑھ کر میرے خیال میں آیا کہ ایک دعا مانگ کر کیا کروں ممکن ہے کہ کچھ دن بعد اس کی ضرورت نہ رہے یا صورت حالات بدل جانے سے وہی مطلب جو ایک وقت مفید معلوم ہوتا ہے دوسرے وقت مضر ثابت ہو جائے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ محبوب سے مل جاؤں اب ممکن ہے اس کی شکل بھونڈی ہو جائے۔ اور پھر اس کا ملنا دکھ کا موجب ہو جائے آخر خدا ہی سے مَیں نے دعا کی کہ وہ مجھے ایسی دعا سکھائے جو ایک جامع دعا ہو۔ پس یہ دعا میرے دل میں ڈالی گئی۔ کہ مضطر ہو کر جو کچھ مانگوں وہ مجھے دید۔ سو اب اس دعا کے ذریعہ سے خدا نے مجھے قرآن کی محبت دی اور قرآن وہ کتاب ہے جس میں تمام رضامندیوں کی راہیں موجود ہیں خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلی علیہم۔ حضرت عمرؓ کی نسبت کوئی کہہ رہا تھا کہ اس نے کیوں کہا حسبنا کتاب اللہ حالانکہ ان کا یہ کہنا صحیح تھا کیونکہ وہ اس آیت کی بناء پر ہے۔ پھر مَیں نے قرآن شریف سے جو فائدہ اٹھایا یہ وہ دوسری بات ہے۔ خیر مَیں نے جو دعائیں کیں پھر انکی نسبت سوچا کہ ان پر نظر ثانی کروں کہ وہ قرآن شریف کے خلاف تو نہیں۔ اللھم انی اسئلک بانک انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ یہ میری دعا کا ابتدائی مضمون ہوا کرتا ہے اس دعا میں جو لفظ صمد ہے۔ اس سے مجھے یقین ہوا۔ کہ اللہ نے ہمیں محتاج پیدا کیا۔ ہر کس کے محتاج ہیں اللہ کے۔ نکتہ یہ سوجھا کہ میرے مولیٰ کا نام صمد ہے۔ اور اسماء الٰہی کا پرتو انسان پر بھی ہوتا ہے چنانچہ جس قدر اللہ کے نام ہیں۔ وہ بعض انسانوں کے بھی ہیں۔ مثلاً سمیع و بصیر اور رؤف الرحیم کہ یہ نبی کریمؐ کا نام بھی ہے۔ غرض اس کے صفات کی جلوہ گری مخلوق میں بھی دکھائی دیتی ہے تعظیم لامر اللہ کی تعلیم تو لا الٰہ الا اللہ سے ہوئی۔ اور شفقت علی خلق اللہ صمد نے سکھائی۔ کیونکہ جب ہم اللہ کے محتاج ہیں تو ہم پر جو اس کی صمدیت کا جلوہ ہے اس لحاظ سے ہمارا بھی کوئی محتاج ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہم کسی کی ہمدردی کریں۔ مَیں نے غور کیا کہ میں موچی کا بھی محتاج ہوں اسکے مقابلہ میں ایک پہلو سے مجھ میں صمدیت ہے۔ اور ایک پہلو سے میں اس کا محتاج ہوں۔ وہ مجھ سے روپیہ لینے کی محتاج۔ [illegible] میں اس سے صفائی کا۔ اسی طرح دوسری بعض مخلوق میں ایک محتاج ہے دوسرا محتاج الیہ۔ اور جو محتاج ہے وہ محتاج الیہ بھی ہے قرآن کریم میں ہے ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ اسی صمدیت کے مطالعہ سے مجھے طب کا شوق پیدا ہوا۔ اور اجتماع کا بھی۔ کیونکہ احتیاج کا پورا ہونا اجتماع پر موقوف ہے۔ ابتدا ہی سے اجتماع کا فیضان جاری ہے۔ پہلے ماں کی گود میں پھر استادوں سے الف ایک سے قاعدہ پڑھتے ہیں دوسرے سے کتاب۔ تیسرے سے اس سے اعلیٰ درجہ کی کتاب۔ پھر اسی اجتماع کے اصل کے ماتحت شادی ہے۔ نکاح سے مَیں نے بہت فائدہ اٹھایا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لاٰیٰت لقوم یتفکرون۔ پھر اولاد ہوئی۔ اور یہ ایک اجتماع کا فائدہ تھا کہ اس سے زیادہ اجتماع حاصل ہوا۔

حصول اجتماع اور بحالی کی راہ

میں ایک دفعہ نماز میں امام تھا الحمد للہ پڑھنے لگا۔ تو بعض دکھوں نے شرح صدر کے ساتھ یہ کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ میں قربان جاؤں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کہ معاً یہ خیال بجلی کی طرح میرے دل میں آیا کہ دیکھو مصیبتوں میں ہم انا للہ پڑھتے ہیں جب سب کچھ خدا کے لئے ہے تو الحمد کا مستحق بھی وہی ہے۔ اس طرف سے ایک پھوٹی ہوئی کوڑی جاتی ہے تو دوسری طرف سے ایک خزانہ آتا ہے۔ ؎

سرِ ما کیں توم راحق نہادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

اس سے اخلاقی فائدہ یہ ہوا کہ جب تم سب محتاج ہو یہاں تک کہ حجام نہ ہو تو بڑی مشکل ہے۔ پس احتیاج کی مشکلات کے اندر محمدؐ نے یہ فائدہ پہنچایا کہ لا یسخر قوم من قوم کیونکہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ گویا سارا رکوع ایک لفظ صمد پر تدبر کرنے سے حل ہو گیا۔ دنیا میں کوئی چیز نہیں جو لغو اور بیکار پیدا ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ساون میں ایک کیڑا پاخانہ میں پیدا ہوتا ہے اسے عربی میں جعل کہتے ہیں۔ اس کیڑے کی خصوصیت ہے کہ جب گلاب کا پھول اس کے پاس رکھا جائے تو وہ مر جاتا ہے اس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ دنیا میں مختلف اشیاء ہیں کسی کو کچھ پسند ہے کسی کو کچھ۔ پس انسان کو چاہئے کہ ذریت نوح کا متوالا رہے اور عیوب نفس کا خیال تک نہ کرے۔ ادھر کسب طب نے مجھے بڑی مدد دی کہ میں نے کوئی چیز ایسی نہ دیکھی جو کسی نہ کسی طرح پر انسان کے لئے مفید نہ ہو۔ ایسے ایسے نسخے دیکھے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ سنگی گوبر کا خشک راکھ بعض مرضوں میں ایسی مفید ہوتی ہے کہ ہزار ہا روپے کی دوا ایسی بھی اسکے مقابل میں ہیچ ہیں۔ پھر اجتماع کے حصول کے لئے ایک اور صورت خدا نے پیدا کی میں حضرت صاحب کے زمانہ میں اخبارات پڑھا کرتا تھا پڑھتے پڑھتے مجھے مثنوی کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک تاجر تھا اور اس کا ایک طوطا تھا جب وہ ہندوستان میں آنے لگا۔ تو اس کے دوستوں نے اسے مختلف فرمائشیں کیں۔ اس نے اپنے طوطے سے پوچھا تم بھی کچھ کہو۔ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں۔ میرے بھائیوں کو سلام دے دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب طوطوں کی ڈار سے اس نے پیغام کہا۔ تو ان میں سے ایک طوطا گر پڑا۔ ابھی [illegible] اس تاجر نے اپنے طوطے سے جا کہا۔ وہ سنتے ہی مردہ بن کر نیچے گر پڑا۔ مالک نے افسوس کیا کہ میں نے اسے کیوں ایسی بری خبر سنائی اور اسے باہر پھینک دیا۔ وہ طوطا فوراً اڑ کر درخت پر جا بیٹھا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے گویا اس طوطئ ہند نے یہ پیغام دیا تھا کہ جب تک موت اختیار نہ کرو نجات نہیں مل سکتی۔ اس پر مَیں نے سب انبیاء علیہم السلام کو سلام پہنچایا کہ اے طوطیانِ چمن رسالت میرا تم پر سلام۔ مجھے بھی کوئی تجارت کی راہ بتا دو۔ اس کے بعد مَیں نے وہ کارڈ شائع کئے جن میں حسن ظن اور دیگر امور جسے کے متعلق ایک مجلس احباب کے انعقاد کی خبر اور اس میں شمولیت کی ترغیب تھی۔ یہ کارڈ کا مضمون میں نے سب سے پہلے محمود کو دیا۔ کہ ذرا ابا کو دکھا دو۔ انہوں نے کہا اس سے بہتر اور کیا کلام ہو سکتا ہے۔ چودہ سو کارڈ چھاپے گئے تھے اور میرا خیال تھا اتنے احباب میرے ہو گئے تو میں حضرت صاحب سے دعا کراؤں گا کہ ہم پر وہ فیضان ہو جو اجتماع پر موقوف ہے۔ مگر میرے مولیٰ کو میرے دل کی تڑپ کا حال معلوم تھا میں چودہ سو چاہتا تھا خدا نے مجھے کئی چودہ سو مخلص احباب دیئے اور میری وہ حالت ہو گئی جو تم دیکھتے ہو۔

الہام کی ضرورت

اب ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم ملہم نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں؟ انکی اسی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ علّم اٰدم الاسماء کلھا جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتا دیا تو اب نوحؑ اور ابراہیمؑ کیا لائے۔ ان کا ماننا ضروری ہے۔ کلھا تو آبا کے حق میں آ چکا ہے پھر آدم کے لئے سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ پس اب ان دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے؟

پھر دوم نقد واقعہ موجود ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل خاتم الحکام۔ خاتم النبیین۔ خاتم الاولیاء خاتم الانسان ہیں۔ اب آپ کے بعد اگر کوئی ابوبکرؓ کو نہیں مانتا تو فرمایا۔ فمن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون۔ یعنی جو انکار کرے گا وہ حدِ اطاعت سے نکلنے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نئے نئے دشمن پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ تو نئے نئے ان کے سمجھانے والے بھی مبعوث ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک آیت ہے ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لاھیۃ قلوبھم۔ مدرسے میں مَیں نے ایک کھیل دیکھی۔ رسے کو ایک فریق ایک طرف کھینچتا ہے۔ اور ایک دوسری طرف۔ اب جس طرف سے کمزوری ہوگی وہی ہارے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں خدا نے فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ گویا مسلمانوں کو کہتا ہے دشمن رسے کو ایک طرف کھینچ رہا ہے اب اگر تم اس زعم میں سست ہو کر بیٹھے رہو کہ ہمارے اباء (آدم) کے وقت فتح پا چکے ہیں تو ضرور شکست کھاؤ گے۔ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ہمارے اعداء دنیا سے اٹھ گئے۔ جب یہ بات نہیں۔ تو پھر اعداء کی مدافعت کے لئے انتظام ضروری ہے مسیحؑ نے اتمام حجت کیا۔ مگر کیا کوئی عیسائی دنیا میں باقی نہیں رہا اور کیا مخالف علماء سب کے سب دفع ہو گئے ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کا جانشین ہوتا ہے۔ پس تم کس طرح باغی ہو کر کہہ سکتے ہو کہ ہمیں ضرورت نہیں بلکہ میرے نزدیک جس رسے کو ایک طرف کھینچنے کی ضرورت تھی اب اس کو زیادہ زور کے ساتھ کھینچنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ زور والا جو ہمارے ساتھ تھا جا چکا ہے۔ غرض یہ سوال پہلے آدمؑ پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر ابوبکرؓ پر۔ پھر علیؓ پر۔ پھر مہدی پر کہ جب سارے علوم رسالت آ چکے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعے۔ اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں۔ مثلاً مسیح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا

کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے۔ عصر کو کیا۔ پھر شام کو کیا۔ پھر عشاء کو کیا۔ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے۔ پھر حج میں کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھا لی تو پھر دوسرے وقت کی کیا ضرورت ہے۔ جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے۔ میں اسلئے بیان کرتا ہوں تا تم سمجھو کہ ہمارے امام چلے گئے۔ تو پھر بھی ہم میں اسی وحدت اتفاق اجتماع اور ویسے جوش روح کی ضرورت ہے۔

عظمت قرآن کریم اور تحریک چندہ

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ اجتماع کیوں ہوا۔ ہر ایک آدمی نے خود ہی سوچ لیا ہوگا کہ وہاں کیوں جانا ہے۔ سردی کا موسم ہے گھروں میں بیماریاں ہیں۔ تھوڑی سرد ہوا لگنے پر کھانسی ہو جاتی ہے۔ یہاں گھروں میں پلنگوں پر سوتے تھے تو یہاں کسیر موجود ہے۔ باوجود ان مشکلات کے اپنے آنے کے اغراض کو تم ہی خوب سمجھتے ہو گے۔ کیا تم اسلئے جمع ہوئے کہ ... نمبرداری کو دیکھو۔ اس میں تو شرا... نہیں کہ اجتماع کی ضرورت کو تم تسلیم کرتے ہو۔ اب اجتماع کے اغراض جو ہیں وہ ہر ایک شخص اپنی اپنی نسبت خوب سمجھتا ہے۔ باہر سے آنے والے اپنی نسبت خوب جانتے ہیں اور قادیان کے رہنے والے اپنی نسبت۔ میں اپنی نسبت سناتا ہوں کہ میں ایسا کسب جانتا ہوں جس میں بخوبی اپنا گذارہ کر سکتا ہوں۔ پھر بھی سب کچھ چھوڑ کر آ گیا صرف قرآن شریف سمجھنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ کی تڑپ مجھے یہاں لائی قرآن میری غذا ہے۔ یہ غذا اگر میں آٹھ پہر میں استعمال نہ کروں تو میں مر جاؤں۔ صرف یہی غرض تھی ورنہ جہاں اتنے برس خدا نے مجھے بہتر سے بہتر سامان دیا۔ اور جس نے ستر سال تک مجھے سب کچھ دیا کیا چند سال اور نہ دے سکتا تھا۔ یہاں تک جو میں نے تمہیں سنایا۔ اس میں نصیحت یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر پکے رہو۔ دعا کرو۔ عقد ہمت اور استقلال سے کام لو۔ قرآن کریم سے محبت رکھو اللہ کو راضی کرنے کی کوشش میں رہو۔ اگر اللہ راضی ہو تو سب کام ہو جائیں۔ صوفیائے کرام میں ایک بزرگ گذرے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ سالک پر کئی حالات آتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے وہ فرماتا ہے کہ کچھ نہ مانگو۔ ایک وقت سوال کا حکم دیتا ہے اور ایک فرشتہ اس شخص کے جس سے مانگتا ہے۔ دل میں ڈالتا ہے کہ اسے نہ دے۔ اس میں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ امید کے قابل اللہ ہی کی ذات ہے۔ ایک وقت قرضہ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ ایک وقت قرضہ سے استغنا کا حکم جاری ہوتا ہے۔ میری آمدنی میرا قرضہ ایک مخفی راز ہے نہ کسی سے سوال کی حاجت پڑی نہ پڑنے کی امید ہے میرے پاس وہ خزانہ ہے جسے نہ کسی چور کا ڈر ہے نہ کسی دھوکا باز کا۔ میں یہ بات ظاہر نہ کرتا کیونکہ صوفیا نے منع کیا ہے مگر قرآن کا حکم مقدم ہے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ یہاں چندے آ گئے ہیں۔ میں اُن سے ایک کوڑی کا بھی اپنے لئے روادار نہیں بلکہ ان چندوں کے دینے میں حصہ لیتا ہوں ابھی ایک کام کے لئے ہزار کا وعدہ کر کے آیا ہوں اور یہ میں اسی راز سے دینے والا ہوں۔ جب سے پہلے اپنے کام چلاتا ہوں۔ آگے باہر بیٹھتا تھا تو لوگ سمجھتے تھے کہ طب کرتا ہے اب تو میں باہر بھی نہیں آتا بلکہ دن بھر تمہاری خاطر کام کرتا ہوں مگر لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرًا۔ اس پر میں کچھ اجر نہیں مانگتا۔ ہاں جس طرح خدا تعالےٰ باوجود غنی ہونے اور لَا يَسْئَلُكُمْ اَمْوَالَكُمْ فرمانے کے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کا اعلان دینے کے پھر بھی چندوں کی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں۔ ایسا دینے کی نسبت کچھ کہنا دراصل کچھ دلانا ہے۔ اسی لئے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ تم مال اپنے اموال سے قطع کر کے دو۔ ہم بڑھاویں گے۔ ابوبکر رضؓ نے کیا دیا۔ ایک کنال زمین سے بھی کم ہوگا۔ حضرت علی رضؓ نے کیا دیا اور اس کے بدلے میں کیا کچھ لیا۔ سادات کتنے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں۔ مگر لوگ ان کی عزت کرنے والے موجود ہیں۔ غرض یہ چندے انبیاء کے ساتھ بھی رہے ہیں اولیاء کے ساتھ بھی۔ پھر ہمارے ساتھ کیوں نہ رہیں۔ پھر چندہ دینے والوں کو بھی بعض وقت بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میرے ایک لنگوٹیے یار ہیں فضل دین حکیم۔ انہوں نے ساری جائداد لکھدی لیکن پھر بھی ان کے بھائی بند کہتے ہیں کہ مال بٹورنے کا ذریعہ ہے حالانکہ ایک معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ اس کی نہ اولاد ہے نہ جوانی کی عمر۔ نہ کوئی حقیقی بھائی نہ بھتیجا۔ پس وہ مال جمع کر کے کرے گا کیا؟۔

بدظنی سے بچو

تم اپنے چندوں کی نسبت بالکل اطمینان رکھو۔ ان کی نسبت کسی قسم کی بدظنی نیک نتیجہ نہیں دے سکتی۔ میں نہ چندہ کی خاطر منبر دار رہا۔ نہ اس غرض سے کھڑا ہوا۔ اور نہ اس غرض سے بیعت لی اور یہ جو چندوں کی نسبت کہتا ہوں۔ تو یہ بھی اسی رنگ میں ہے جس میں خدا باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ وغیرہ کا حکم فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چندوں کے لئے صرف خدا کے فضل سے حصہ دلانے کے لئے فرماتے تھے میں انجمن حمایت اسلام کو اچھا سمجھتا ہوں پر اس میں بھی مالی جھگڑے شروع ہو گئے علیگڈھ میں بھی ایک سندہ مال کھا گیا لیکن تم ایسا خیال تک نہ لاؤ۔ اگر ہم بدذاتی سے تمہارا مال لیں تو تم شکایت نہ کرو۔ خدا خود سزا دینے کے لئے کافی ہے عیب جوئی پیشہ نہ بناؤ۔ دیکھو اس سے آگے تین قومیں گذری ہیں۔ عیسائی لوگ اپنے مذہب کی خوبی کو نہیں بتا سکتے۔ ہاں دوسروں کے معائب بیان کرنے میں دلیر ہیں۔ پھر ان کے ... اگر شیعہ ہیں وہ بھی کوئی بات عیب کی ہو اس سے صحابہ رضؓ کو متہم کر دیتے ہیں۔ پھر تیسری قوم آریہ ہے۔ ان کا بھی یہی پیشہ ہے کہ دوسرے مذاہب والوں پر حملے کرتے ہیں اور اپنے گھر کی طرف نہیں دیکھتے۔ خدا کی نسبت یہ عقیدہ کہ روح و مادہ ازلی ہے ادھر حقوق العباد میں یہ حال کہ نیوگ کو ایک مقدس کام سمجھتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں تم عیب چینی (خواہ اپنی جماعت کے افراد کی نسبت ہو خواہ بیرونی لوگوں کی) سے بچتے رہو گے ہم اگر تم سے کسی قسم کا دھوکا کریں تو اس کا وبال ہماری ہی جان پر ہے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ہو رہتے ہیں خدا خود ان کے لئے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے تھے کہ حضرت صاحب فاخرہ لباس کیوں پہنتے ہیں۔ یہ پچھلے بزرگان قوم کے سوانح سے ناواقف ہیں۔ سید عبدالقادر جیلانی رح نے ایک دفعہ صافہ باندھا جس کی قیمت پانچسو پونڈ تھی کسی نے اعتراض کیا۔ فرمایا ہم نہیں پہنتے۔ جب تک خدا نہ کہے کہ تم پہنو۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نے باتیں بہت کیں۔ یہ بھی لینے کا طریق ہے۔ یقیناً ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ درد دل سے کہا ہے۔ اب اپنے خیال کے موافق جو کچھ کوئی سمجھے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ چندے ضرور دینے پڑیں گے۔ اگر دل سے دو گے تو بہتر بدلا پاؤ گے۔ اور اگر دل سے نہ دو گے تو اجر بھی نہ ملے گا۔

قرآنی حقائق و معارف

کرزن گزٹ ایک اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا ہے اس نے جہاں حضرت صاحب کی وفات کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اب مرزائیوں میں اب کیا رہ گیا ہے ان کا سرکٹ چکا ہے۔ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے اور تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ وہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے۔ سو خدا کرے یہی ہو۔ کہ میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔

لیکچروں کی غرض

لیکچروں میں عموماً لوگ تین امور کا لحاظ رکھتے ہیں۔ ایک لومشاقی کے الفاظ ہیں سو میں بھی اس کے ماتحت حضرت کی ذات کا ذکر کرتا۔ میں نے مرثیے بہت پڑھے ہیں اور میں ان طریقوں کو جانتا ہوں جن سے اہل مجلس کو رلایا جا سکتا ہے۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ خدا کے کام کسی کے بقاء و فنا پر موقوف نہیں وہ ایک شخص کو نبوت دے کر بھیجتا ہے پھر جب اس کے علم میں وہ کام ختم کر چکتا ہے تو اسے واپس بلا لیتا ہے۔ بعض انسان ان کے واپس بلانے سے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضؓ نے بہت جوش دکھایا مگر آخر کار زمانے کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان کی وفات ٹھیک موقعہ پر ہوئی تھی۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کی وفات وقت پر ثابت ہوئی۔

دوم لیکچر کا مقصد کچھ مانگنا ہوتا ہے یہاں وہ بھی نہیں کیونکہ جس مولیٰ نے بھی زبان دی۔ کان دیئے۔ پاؤں دیئے۔ اعلیٰ قوم سے پیدا کیا۔ علم بخشا۔ کلام اللہ سے محبت دی۔ پھر اس کے متعلق سامان دیا۔ یہاں تک کہ ہزاروں لاکھوں کی کتابیں موجود ہیں تو کیا اب آئندہ زندگی کے لئے سامان بہم نہ پہونچے گا۔ سوم حقیقی غرض ہوتی ہے سو وہ میری بھی ہے ہر چیز دو طرف حرکت کرتی ہے۔ اوپر کو اور نیچے کو۔ اوپر کو جیسے کنکوا۔ نیچے جیسے ڈول۔ ان کو پہلے حرکت دینے کی ضرورت ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ کام خود بخود چلتے جائیں گے۔ صحابہ رضؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اب جو خرچ کرتے ہیں ان کا ایسا اعلیٰ درجہ ہے کہ اُن کے برابر اُحد پہاڑ جتنا سونا دینے والے نہ ہونگے۔

میری جو غرضیں ہیں وہ بھی تمہاری بہتری کے لئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم لوگ تعلیم حاصل کرو۔ تعلیم کہتے ہیں حقائق سے آگاہی حاصل کرنے اور اس سے متمتع ہونے کو۔

حقیقتیں دو ہیں۔ اللہ کے ساتھ محبت پیدا کرنا۔ شؤن حضرت سبحانہٗ کا (۲) علم کا ذوق۔ غرض تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اسلام کا خلاصہ ہے تم بھی اس راہ پر قدم مارو۔ تعلیم جیل

بڑی مشکلات کے پیچھے ہے۔ فیس بڑھتی جاتی ہے۔ اور معلمین کی بھی قیمت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ ہمارے زمانہ میں ایک لائق معلم پانچ روپے ماہوار پر مل سکتا تھا اب تو سو روپے سے بھی مل جائے تو زہے قسمت۔ ادھر شادی غمی کا معاملہ ہے۔ جس کا باوا پانچ ہزار بیگھہ زمین رکھتا تھا۔ اس کے پانچ بیٹے ہیں۔ تو ہر بیٹا اس بات پر مجبور ہے کہ شادی غمی میں اپنے باپ جتنا خرچ کرے۔ پھر باطنی تعلیم اس سے بھی گراں ہے۔ دیکھو تم لوگوں نے کتنا روپیہ خرچ کیا۔ محض ایک روحانی سبق کے لئے۔

پھر چندے ہیں اس کے علاوہ۔ ظاہری تعلیم بھی ہمت بلند و استقلال کو چاہتی ہے۔ اور باطنی تعلیم بھی ماں باپ کو غنیمت سمجھو۔ میں اس وقت اپنے ماں باپ کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ میرے باپ کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ مدت چند ایک ہندو عالم تھا وہ کوڑھی ہو گیا۔ لوگوں نے اُسے باہر مکان بنا دیا۔ میرے باپ نے اس کے پاس میرے بھائی کو پڑھنے کو بھیجا۔ لوگوں نے کہا خوبصورت بچہ ہے کیوں اس کی زندگی کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اس پر میرے باپ نے کہا مدت چند متن علم پڑھو کہ اگر میرا بیٹا کوڑھی ہو گیا تو کچھ پرواہ نہیں۔ تم بھی اپنے بچوں کے لئے ایسے باپ بنو۔ میرا باپ ایسا بلند ہمت تھا کہ وہ اگر اس زمانہ میں ہوتے تو مجھے امریکہ بھیج دیتے۔ ایک دفعہ مجھے کہا کہ تم تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاؤ۔ مگر یہاں کو خبر نہ کرو۔ وہ تم اتنی دور جاؤ کہ اگر ہم مر جاویں تو تم کو خبر نہ ہو۔ میں نے بڑی محنتوں سے قرآن شریف سُنانا چاہا۔ مگر باوجود خرچ اموال مجھے اس کثرت سے سُننے والے نہ ملے۔ اب تم اس کثیر تعداد سے سُننے والے موجود ہو۔ میں نے کوشش سے سُنانا چاہا تو بہت کم لوگوں نے سنا مگر میرے مولیٰ نے میری سچائی اور دلی تڑپ کو دیکھ لیا۔ اور سُننے والے مہیا کر دیئے۔

عربی تعلیم

غرض تعلیم دو۔ تعلیم حاصل کرو۔ تعلیم کے لئے روپیہ دو۔ روپیہ نہیں تو دعا کرو۔ دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب میں عربی کے مدارس ہیں۔ مصر نے علم کا سمندر اُگل دیا۔ ادھر ندوۃ العلماء ہے۔ کانپور میں بھی الٰہیات کا مدرسہ کھل گیا۔ میں نے اپنے امام سے ایک بات پوچھی کہ حضور کس کام میں مشغول ہیں۔ لوگ مرتد ہوتے جاتے ہیں۔ فرمایا پہلی رات کا چاند تمام لوگوں کو نظر نہیں آتا میں ہزاروں برس کے چاند کو دیکھ چکا ہوں یہ

سجادہ نشین۔ مگر تمہارا سجادہ نشین ان میں سے نہیں اس لئے میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ عربی پڑھنے کی کوشش کرو۔ تعلیم سے اصل منشاء وحدت کا ہے پس تم وحدت پیدا کرو۔ رنج و کدورت کا دور کرنا تو خدا کے اختیار میں ہے۔ مگر اپنی طرف سے کوشش ضروری ہے۔ روحانی تعلیم کے لئے لنگر خانہ ہے جس میں تصنیف خط و کتابت مہمان خانہ آنے جانے والے مساکین شامل

کپڑے یہاں بھیجا کرو۔ اس سے بہت سے مسکینوں کے کام چل سکتے ہیں کہ اگر تم اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے کچھ خرچ کرتے ہو تو کچھ یتیموں کے لئے بھی خرچ کرو۔ یہ باتیں جو میں نے تمہارے گوش گزار کی ہیں۔ اب چاہو تو ان کی قدر کرو۔ اور چاہو تو یہ سمجھ لو۔ کہ یونہی اتنا وقت ضائع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت انصار سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ اب خواہ یہ

تختی صاف ہو رہی ہے۔ اب اس پر جو نقش بیٹھے گا وہ اسلام کا ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں عربی سے ہوتا کیا ہے میں کہتا ہوں عربی سے قرآن شریف آتا ہے عربی سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ عربی سے ابوبکرؓ و عمرؓ و تبع تابعین کی قدر کو پہچانا جاتا ہے۔ افسوس جو زمانے میں ہوا چل رہی ہے۔ اس سے نہ علماء واقف ہیں نہ

ہیں۔ پھر تعلیم کے لئے ایک مدرسہ ہے پھر ایک میگزین ہے اس کے لئے کئی مشکلات ہیں ایک شخص کا کام نہیں کہ اس کے لئے مضمون بھی لکھے۔ انتظام بھی کرے وہ انسان ہے خدا نہیں پیرا نگر و بدر کی ضرورت ہے داعظوں کی ضرورت ہے۔ جو اخلاص رکھتے ہوں میں نے یہاں کے مساکین وغیرہ کے لئے ایک دفعہ گرتا بالکل کہ اپنے پرانے

وصالِ مسیح موعود علیہ السلام و قیامِ خلافتِ احمدیہ کی یاد میں

(بتاریخ ۲۶ ، ۲۷ مئی)

(از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

چھبیس مئی کی یاد نے بیتاب کر دیا اور میری چشمِ خشک کو پُر آب کر دیا

میرے جگر کے زخم ہرے کر دیئے ہیں پھر اور دل کے لخت لخت کو سیماب کر دیا

اپنے مزکی۔ مرشد و مُصلح ہوئے نہاں وہ تزکیہ نفوس کا۔ نایاب کر دیا

آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ ہاتھوں سے چھین کر اس دولتِ مدام کو کمیاب کر دیا

میرے سنہری خواب تو اک خواب ہو گئے بے چین دن کو۔ رات کو بے خواب کر دیا

اس پہلوانِ حضرتِ ربِ جلیل نے کمزور بچے بچے کو سہراب کر دیا

خمخانۂ مسیحِ محمد کی برکتیں وہ مے پلائی شیخ کو بھی شاب کر دیا

آخر خلیفہ۔ نور سے معمور بخش کر پُر نور ذرہ ذرۂ دولاب کر دیا

محمودؔ کے مقام پہ نورِ محمدی پہنچا۔ تو بعثِ ثانی بہ اصحاب کر دیا

جب قادیان چھٹ گیا "ربوہ" ہمیں ملا بنجر سی سرزمین کو شاداب کر دیا

تحریکِ جدید کہ وقفِ جدید ہو سب کو زری توجہ نے زرتاب کر دیا

قربانیوں کی عید بھی اس دن کو آگئی (۲۲ مئی) قربانی کا تہیا اسباب کر دیا

بخشی ہے یہ بقا جو خدائے حفیظ نے از ارض تا سما ہمیں سیراب کر دیا

اکملؔ حضورِ حضرتِ موعود پہ درود

جس نے کہ دا بہشت کا ہر باب کر دیا

ملہ پہرہ ۱۸ ۔ ؎ اس میں اشارہ ہے اس دعائے ماثورہ کی طرف کہ رب ھذہ الدعوۃ التامۃ ... والبعثہ مقاماً محمودان الذی وعدتہ ٭

جواب دو کہ تو مکہ کا باشندہ ہے۔ تیری قوم نے تجھے نکلنے پر مجبور کیا ہم نے تجھے جگہ دی۔ وہ تمہارے رہنے کے سامان کئے اور جواب ہے یہ جواب دو کہ ہم پر اللہ کا فضل ہے کہ اس کا رسول ہمارے گھر میں آیا ہے۔ اب خدا کی وحی ہمارے شہر میں اترتی ہے۔

لوگ مال اسباب لے جاویں۔ اور ہم اپنے رسول کو ساتھ لے جاویں اسی طرح میں کون ہوں۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے ایک انسان تمہیں سے۔ جس کے تم مرید۔ اسی کا میں مرید۔ جہاں تم نے اپنے وطن کو چھوڑا۔ میں نے بھی اپنے وطن کو چھوڑا۔ مجھے اس امام نے کہا کہ اپنے وطن کا خیال تک بھی نہ کرنا۔ سو میں نے کبھی اپنے وطن کا خیال تک بھی نہیں کیا۔ بیٹے کے لئے رتہ کا ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑا۔ مجھے یقین ہے کہ جس خزانہ سے وہ مجھ کو رزق دیتا رہا ہے۔ اسی سے بیٹے کو دے گا۔ ہاں پھر تم کہہ سکتے ہو کہ تو ایک مُلّا ہے ہم نے تجھے اپنا نمبردار بنایا۔ اور تیری بیعت کی۔ اور چاہو تو یہ سمجھ لو کہ خدا کا فضل ہے کہ ایک ایسا انسان تمہارا امام بنایا۔ جو تڑپ تڑپ کے تمہارے لئے دعائیں کرتا ہے۔ تم نے خود میری بیعت نہیں کی۔ بلکہ میرے مولیٰ نے تمہارے دلوں کو میری طرف جھکا دیا۔ پس تمہیں میری فرمانبرداری چاہیئے اور میں دل سے تمہاری بھلائی چاہنے والا ہوں۔"

(از بدر جلد ۸ نمبر ۱)

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ بدر مئی میں ختم ہے

۲۲۳ مکرم سید جشیرالدین صاحب سونگڑہ اڑیسہ
۱۳۷ مکرمہ منظور السلام صاحبہ وارانسی یوپی
۱۳۱ مکرم حافظ یٰسین صاحب کمبریا
۱۲۱۴ ر ڈاکٹر آدم علی بیگ صاحب نیا گڑھ اڑیسہ
۱۶۷ غلام دستگیر صاحب بلم پلی آندھرا
۱۰۰ مکرم محمد ناصر صاحب قریشی یوپی
۱۱۸۱ ر نبیل الدین صاحب نیالی اڑیسہ
۱۲۱۳ ر محمد الطاف صاحب امروہہ یوپی
۲۰۳ ر مستری غلام رسول صاحب مجید چاچل پردیش
۲۰۳ سلطان تاج الدین صاحب سرینگر کشمیر
۱۰۹۳ ر امام علی صاحب اودھے پور کٹیا یوپی
۱۵۹۳ ر مرزا اکبر بیگ صاحب فیض آباد۔ یوپی

نمبر ۱۸۷۶ مکرم چوہدری فخر حسین صاحب بھانی۔ یوپی ۲۰۵۱ ر محمد حبیب صاحب محبوب نگر دکن ۲۰۶ ایم ذی سید صاحب کٹک اڑیسہ ۱۳۱۵ ایس بی مصطفیٰ صاحب منظفر پور بہار

برکاتِ خلافت

از مکرم افتخار احمد صاحب ایاز بمقام نیروبی (مشرقی افریقہ)

ذیل کا مضمون جماعت احمدیہ ٹانگا (مشرقی افریقہ) کے ایک نوجوان عزیز افتخار احمد صاحب ایاز کا لکھا ہوا ہے جسے عزیز نے نیروبی میں جلسہ یوم خلافت کے موقعہ پر ۱۹۶۳ء میں سنایا اور مکرم قاضی عبد السلام صاحب بھٹی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی نے بدر میں اشاعت کی غرض سے ارسال فرمایا:-

خلافت ایک نہایت بابرکت روحانی نظام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر اور تصرف کے ماتحت قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کی مخفی تاروں سے مومنوں کے قلوب پر تصرف کر کے ان کی رائے کو اس شخص کی طرف جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنانا چاہتا ہے اس طرح مائل کر دیتا ہے کہ وہ اس کے سوا اور کسی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت جو خلافت حقہ کے فلسفہ کی جان ہے۔ اسلام اور احمدیت کی تاریخ سے اس وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ کوئی دانا شخص جو غور اور تدبر کا مادہ رکھتا ہو۔ اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم اور حدیث اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سب کے سب بلا استثناء اس حقیقت کے گواہ اور شاہد ہیں کہ گو خلفاء کے انتخاب میں بظاہر مومنوں کی زبان چلتی ہے۔ مگر حقیقتاً تصرف خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ ایک نبی یا سابق خلیفہ کی وفات پر آسمانی چرواہے کا مخفی عصاء مومن بھیڑوں کو جو اس وقت انتشار کی حالت میں ہوتی ہیں گھیر گھیر کر ایک محفوظ احاطہ میں جمع کر دیتا ہے۔

اسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے دوسرے سب مذاہب سے زیادہ خوبیاں عطا کی ہیں۔ اور ایک امتیازی نشان اس کا نظام خلافت ہے۔ تاریخ کے صفحات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ جب تک مسلمانوں نے خلافت سے وابستگی رکھی۔ وہ بجلی کی طرح دنیا کے کناروں تک چھا گئے۔ اللہ تعالیٰ کی برکات کے جوش نے اُن کو ایک حقیر حالت سے دنیا کے حاکم بنا دیا۔ اور وہ لوگ جو شراب اور جوئے کو روزمرہ کا شغل سمجھا کرتے تھے۔ ایسے اعلیٰ درجے کے بااخلاق لوگ ہو گئے کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے آقا اور خلفاء کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی برکات سے وہ احیاز حاصل کیا کہ سیاست کی خطرناک الجھنوں میں پڑ کر بھی تقویٰ اور دیانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور سلطنت کے بار کے نیچے بھی ان کی کمر ایسی ہی سیدھی رہی جیسی کہ اُس وقت تھی جب وہ پرکٹھن کی کفار کے مظالم کا شکار رہتے تھے۔ بے گھر تھے اور سوائے خدائے واحد کی عبادت کے اُن کا کوئی اور شغل نہ تھا۔ لیکن آہ! اُن کے اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کے زمانہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جن کا حقیقت میں خلیفۂ وقت کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ کامل الایمان نہ تھے۔ وہ حاسد تھے اور یقیناً الٰہی برکات سے محروم۔ یہ لوگ اسلامی حکومت کی حقیقت کو نہ جانتے تھے وہ اس نظامِ حکومت کو بھی ایک دنیاوی سلسلہ سمجھتے تھے اور اُن کا اسلام قبول کرنا صرف اسی غرض سے تھا کہ وہ دنیاوی عزت حاصل کریں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عبد اللہ بن سبا تھا جس کے سازشی دماغ نے فقط ایوانِ خلافت کو ہی نہیں کشتیٔ اسلام کو بھی طوفان کی نذر کرنے سے گریز نہ کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خلافتِ حقہ سے اپنا تعلق توڑا اور اس کے ٹوٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ سب برکات جو صرف اور صرف خلافت کے ساتھ نازل ہوتی ہیں واپس لے لیں اور پھر وہی لوگ تنزل کے عمیق گڑھوں میں جا گرے۔

پس یہ بہت سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ دراصل قومی اور جماعتی زندگی کی روح ہی خلافت ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جو ساری دنیا کو اپنے پاؤں تلے کچلنے کی طاقت کا دعویٰ کرتے تھے۔ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جو ساری دنیا کو زیر نگین کرنے کا عزم و ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن باوجود اپنی دانشمندی و تدبر اور شجاعت اور اپنی قوم اور ملک کی وفاداری کے انجام کار کچھ حاصل نہ کر سکے۔ اور ایک وہ پاؤں تلے روندی ہوئی قوم تھی جو نور نبوت اور پھر خلافت کی برکات سے بام ثریا تک جا پہنچی۔ اور اسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا اور سارے زمانوں کا مذہب قرار دیا تھا۔ پھر وہ کون ہے؟ وہ کیا چیز ہے؟ جو اسلام کی گذشتہ کئی صدیوں کی مصیبتوں، دکھوں اور تکلیفوں کی واحد ذمہ دار ہے۔ وہ یقیناً یقیناً مسلمانوں کی نظام خلافت سے کنارہ کشی اور اُس کی برکات سے محرومی ہے۔

چودہ سو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور مثیل جمالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ اور پھر سے ایک دفعہ برکاتِ خلافت کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ پھر سے اپنی اس نعمت سے مسلمانوں کو سرفراز فرماتا ہے۔ جو اس دنیا میں اُس کی برکات اور اُس کے نور کے قیام کا ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کے وقت مسلمانوں کی حالت اس سے کچھ کم بدتر نہ تھی جو عربوں کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تھی۔ پھر سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور اور اپنے دین اور اپنی برکات کا ایک پاور سٹیشن اس دنیا میں قائم کیا اور جو لوگ اپنا تعلق اس سٹیشن سے قائم کرتے گئے اُن کا دل اور دماغ روحانیت سے منور ہوتا گیا۔ اور پھر سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بھٹکے ہوئے بندوں کے لئے ایک آقا۔ ایک مالک کھڑا کیا۔ جو اُنہیں راہ راست کی طرف بلائے اور اُن کی راہبری کر سکے۔ اور پھر سے اُن کو اس قابل بنا دے کہ وہ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ دنیا میں قائم کر سکیں نبی بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ظہور کے ساتھ ہی برکاتِ خلافت کا ظہور بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اب یہ برکات کیا ہیں اور خلافت سے وابستگی کے ساتھ ہم نے کیا پایا ہے کچھ کہنے کی بات نہیں صرف آنکھیں کھول کر دیکھنے کی بات ہے۔ وہ لوگ جو آج بھی ان برکات سے محروم ہیں اُن کی حالت دیکھئے اور اپنی حالت دیکھئے۔ وہ اندھیرے میں پڑے ہیں۔ اُن کی آنکھیں اُس نور سے محروم ہیں۔ جو ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ اور جو ہمارے دل میں ہے۔ اُن کے لئے زندگی کا راستہ بے مدکھٹن ہے اُن کے دل اطمینان اور تسلی کے لئے تڑپتے ہیں۔ لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے کہ ہم زندگی کے راستوں پر بڑی تیزی سے گامزن ہیں۔ ہمیں خوف و خطرہ نہیں ہمیں ایک بڑی طاقت پر بھروسہ اور اُس کی راہبری کا یقین ہے۔ وہ کون سی طاقت ہے؟ وہ کیا ہے جس نے ہمیں اس دنیا کے طوفان بدتمیزی میں اطمینان اور راحت عطا کی ہے۔ وہ ہے زندہ خدا پر یقین اور اُس کی بے انتہا قدرتوں کے صدہا قسم کے تازہ نشانات جن کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ بلاشبہ یہی خلافت حقہ کے میٹھے پھل ہیں۔ اور دوسری طرف منکرین خلافت کے گروہ کو ہی دیکھئے۔ بے شک وہ حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے اور کچھ وقت تک خلافت کا بھی ساتھ دیا۔ مگر برا ہو نفس پرستی کا انہوں نے خلافت سے منہ موڑا اور اب اس کی برکات سے بھی محروم ہیں۔

خلافت کے ساتھ وابستگی نے ہمیں ایک جماعت بنایا۔ اور خلافت کی برکات نے ہم میں سے انفرادیت کو مٹا کر قومیت کی روح پھونک دی۔ اور یہ خلافت ہی کی برکات کا نتیجہ ہے۔ کہ غریب افراد کی یہ برگزیدہ جماعت جسے کسی دنیوی طاقت کا بھروسہ نہیں۔ کوئی مال و دولت کا خزانہ اُس کے پاس نہیں۔ مگر ایک ہاتھ پر جمع ہونے اور دین کی راہ میں بے مثال قربانیاں پیش کرنے کے نتیجہ میں وہ کام کر رہی ہے۔ جس سے دوسرے سلمان [illegible] بالکل محروم ہیں۔ اس کے ہاتھ میں اسلام کی روحانی فتح کا جھنڈا ہے۔ دلائل کی مضبوط چٹان پر اُس کا قدم جما ہوا ہے۔ یہ احمدی مبلغین کے ذریعہ اسلام کو ماننے سے اپنے دشمنوں کو پکار پکار کر چیلنج دے رہا ہے۔ کہ روحانی برتری دکھانے کے لئے آئے آؤ۔ اگر تم میں ہمت ہے۔ تو اپنے مذہب کی برتری کا ثبوت پیش کرو۔ اور دنیا کی مشکلات کا حل بجز اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے کہیں اور سے نکال کر دکھاؤ۔

پس اگر فی الواقع ہم خلافت کے اس عظیم احسان کو سمجھتے ہیں۔ اور خلیفۂ وقت سے سچی عقیدت ہے تو ہمیں ہر وقت ہر گھڑی اپنے اس واجب الاطاعت امام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ تا آپ کی قیادت سے ہم بھی اسلام کے عالمگیر روحانی غلبہ میں حصہ پا سکیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صاحبِ نصاب فرض کی گئی ہے۔

امن عالم سے متعلق اسلام کی بے نظیر تعلیم

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی خطبہ

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب صدر شعبہ سائیکالوجی کراچی یونیورسٹی کے ایک فاضلانہ لیکچر سے اقتباس

حال ہی میں "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں جنگ سے متعلق ایک مضمون نگار کا لکھا ہوا مقالہ میری نظر سے گزرا۔ اس میں امن کے متعدد منصوبوں کے متعلق اور علی الخصوص ان منصوبوں کے ضمن میں جو مختلف مذاہب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ نہایت ہی کام کی باتیں درج تھیں۔ لیکن اسلام کا ذکر کرتے ہوئے وہی مضمون نگار لکھتا ہے:-

"تمام بڑے بڑے مذہبوں میں سے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو جنگ و جدال سے متعلق مشرق کی ظالمانہ روایات سے عاری ہے"

عام یورپی ذہن میں کئی نسلوں کی معاندانہ تحریرات کی بدولت اسلام کا جو تصور قائم چلا آرہا ہے۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اس کی بجائے ایک ایسا تصور ذہن نشین کرانے میں کہ جو حقیقی اسلام کے قریب تر ہو بہت لمبا عرصہ لگے گا۔ تاہم اس تبدیلی کے آثار ابھی سے نمایاں ہیں۔ حالات سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہ لوگ جن کے ذہنوں میں اسلام کا سرتاسر غلط تصور قائم چلا آرہا تھا اب اس بات پر آمادہ ہوتے جا رہے ہیں کہ وہ ایک نئے تصور کا خیر مقدم کریں جیسا کہ ریڈرز ڈائجسٹ میں جیمز ائے میچز کے مقالے Islam the Mis Understood سے ظاہر ہوتا ہے۔

الغرض اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں اور اس خاص تعلق کی بناء پر جو اسلام کو امن کے موضوع سے ہے۔ میں اختصار کے ساتھ اسلام کے منصوبہ امن کے متعلق کچھ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس ضمن میں سب سے قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس منصوبے کو دنیا میں پیش کرنے والے یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو آغاز کار ہی ایک عجیب کشمکش اور لڑائی سے دوچار ہونا پڑا۔ جس میں آپ کو ایسے شدید مظالم کے خلاف کہ جن کی تاریخ انسانیت میں مثال نہیں ملتی۔ آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب کے دفاع کا فرض ادا کرنا تھا۔ ان لڑائیوں میں آپ کی چھوٹی سی جماعت بڑے بڑے شدید حملوں کو پسپا کرنے میں کامیاب رہی اور پھر یہ حملے ان لوگوں کی طرف سے کئے جاتے تھے کہ جو تعداد، سامان اور جنگ کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ طاقت کے مالک تھے۔ بعض اوقات مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی تعداد اور ان کا سامان بیس گنا زیادہ ہوتا تھا۔ ابتدائی لڑائیوں کے بعد آپ پر جلد ہی یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ حملوں کا یہ سلسلہ بآسانی رکنے والا نہیں ہے۔ بلکہ یہ پوری قوت کے ساتھ جاری رہے گا ان حالات میں حملوں کے اس سلسلہ کو کس طرح ختم کیا جا سکتا تھا۔ اور کس طریق پر عمل پیرا ہونے سے قیام امن کی ضمانت مل سکتی تھی؟ کیا اس طرح کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے جو راستہ مقرر کیا تھا آپ اس پر ایمان رکھنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے سے باز آ جاتے؟ نہیں۔ کیا پھر اس طرح کہ ایک تیسری پارٹی اٹھتی جو اتنی طاقتور اور سمجھدار ہوتی کہ وہ اپنی سمجھ اور اثر سے کام لے کر عارضی طور پر اُن کے درمیان صلح کرا دیتی اور دونوں متحارب جماعتیں بعد میں پائیدار امن کے حصول کے لئے کوشاں رہتیں یا اس وقت کا انتظار کرتیں کہ جب حالات سے مجبور ہو کر ان کے لئے باہم امن سے رہنا ممکن ہو جاتا؟ نہیں اس طرح بھی نہیں۔ لفظیاتی طور پر اسلام کو آغاز کار جس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا وہ اس پریشان کن صورت حال کے عین مشابہ تھی کہ جس سے زمانہ حال کے باہم دو مخالف بلاکوں نے امن کے امکانات کو دوچار کر رکھا ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ اس کے لئے جدوجہد کی۔ اور بالآخر آپ اس کے حصول میں کامیاب رہے۔ اُن حالات میں جو زمانہ موجودہ کے حالات سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ کو جو تجربات حاصل ہوئے۔ اور آپ نے ان میں جو اُسوہ پیش فرمایا وہ اس قابل ہے کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

اس ضمن میں اسلام کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھنے والے بعض حقائق بھی قابل توجہ ہیں۔ اسلام نے اچھے زمانہ تاریخ سے معاہدات اور مجھوتے کرنے اور انہیں ضبط تحریر میں لانے کے رواج کو ترقی دی۔ پھر معاہدات کرنے کے بعد ان کے احترام کو لازم گردانا نیز اس نے مختلف علاقوں میں سفارتی نمائندے بھجوانے کا طریق کار رائج کیا۔ پھر یہ اسلام ہی تھا کہ جس نے ابتداءً وہ اصول مرتب کئے جو آج بین الاقوامی قانون کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ الطالوی اور ہسپانوی قانون دان جنہیں یورپ میں بین الاقوامی قانون کا موجد و مؤسس گردانا جاتا ہے اسلام کے زمانہ عروج کے بعد ہی میدان میں آئے۔ وہ ان ضوابط کے ہی خوشہ چیں تھے جو اسلامی دنیا کے مشرقی اور مغربی مراکز میں پہلے ہی مرتب کئے جا چکے تھے حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ابتداء ہی سے تمام معاملات میں انسانیت کے عالمی نقطۂ نگاہ پر زور دیا۔ اور اس امر کی تعلیم دی کہ انسانیت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات میں عالمی نقطۂ نگاہ سے کام لیا جائے۔ یہ حقیقت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع کے مختلف اقتباسات سے بھی عیاں ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ ایک انسان، ہاں بہت بڑا انسان محض قومی یا نسلی لیڈر نہیں بلکہ پوری انسانیت کا قائد اپنے ان ساتھیوں سے مخاطب ہے اور وہ آخری وصیت کے طور پر ان سے خطاب کر رہے ہیں۔

"اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے توجہ اور غور سے سنو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے بعد پھر اسی وادی میں تمہارے سامنے کھڑے ہو کر تم سے اسی طرح مخاطب ہو سکوں گا جس طرح میں اس وقت تم سے مخاطب ہوں۔ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک ایک دوسرے کے حملوں سے محفوظ کر دیا ہے۔

خدا نے میراث میں ہر وارث کا حق مقرر کیا ہے کوئی وصیت نہیں ہو سکتی۔ جو ایک جائز وارث کے مفاد کے خلاف ہو۔ ایک بچہ جو کسی گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ اس گھر میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوگا۔

اے لوگو! بیویوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے اُن پر حقوق ہیں۔

اے لوگو! جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں اُسے غور سے سنو اور خوب یاد رکھو۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب برابر ہو۔ تمام لوگ خواہ وہ کسی بھی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی بھی درجے کے مالک ہوں سب آپس میں برابر ہیں"۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے ملاتے ہوئے فرمایا:-

"جس طرح دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کے برابر ہیں اسی طرح تمام بنی نوع انسان آپس میں برابر ہیں کوئی شخص بھی دوسرے پر کسی امتیازی حق یا بڑائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یاد رکھو تم سب بھائیوں کی طرح ہو"۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ اور یہ کونسی سرزمین ہے جس میں ہم اس وقت ہیں اور آج سال کا کونسا دن ہے؟"

مسلمانوں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ مبارک مہینہ ہے مبارک سرزمین اور حج کا مبارک دن ہے

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس طرح یہ مہینہ، یہ سرزمین اور یہ دن تمہارے لئے قابل احترام ہے بالکل اسی طرح خدا نے تم میں سے ہر شخص کی جان، مال اور عزت کو حرام قرار دیا ہے۔ کسی آدمی کی جان یا مال لینا یا اس کی عزت پر حملہ کرنا ایسا ہی ظلم اور ایسی ہی معصیت ہے جیسا اس سرزمین کی حرمت کو توڑنا۔ جو کچھ حکم میں آج تمہیں دیتا ہوں اسے صرف آج کے دن کے لئے ہی نہ سمجھو بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے اس کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرتے چلے جاؤ یہاں تک کہ تم اس جہان کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے ملنے کے لئے دوسرے جہان کی طرف کوچ کر جاؤ"۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے (باقی ص۱۱ پر)

صوبہ اُڑلیسہ و بہار کا تبلیغی و تربیتی دورہ

(مختصر کوائف)

مرسلہ مولوی عبد الحق صاحب فضل ۔ بتوسط نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

مظفر پور ۲۶ کی صبح کو تبلیغی وفد پٹنہ سے بذریعہ سٹیمر و ٹرین مظفر پور پہنچا۔ محترم ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب کی کار لیکر عزیز سید انور احمد صاحب میوے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ طعام و قیام کا انتظام بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر رہا۔ بعد نماز مغرب اسی کوٹھی پر ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں خاکسار نے مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور باہمی ہمدردی تالیف کی ضرورت و اہمیت بتائی اور محترم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے اپنی تقریر میں جماعت کے مرد و زن کو اپنا مقام پہچاننے اور اسکے مطابق اعمال بجالانے کی وعظ و تلقین فرمائی اور بتایا کہ آسمانی نشانات اور عقائد و دلائل کے اعتبار سے جماعت احمدیہ کو ایک فتح عظیم حاصل ہوئی ہے اسی طرح اخلاق و اعمال میں بھی ہمیں تمام معاصر جماعتوں سے ممتاز ہونا چاہیئے بعد دعا اجلاس برخواست ہوا۔

تبلیغی اجلاس محترم سید داؤد احمد صاحب نے ٹاؤن کلب کے وسیع میدان میں ایک جلسہ کا انتظام کیا جس میں دعوتی کارڈ و ذریعہ پریس رپورٹر و شہر کے اعلیٰ اور با اثر طبقہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ میں ہندو سکھ و مسلمان حضرات نے تین چار صد کی تعداد میں شرکت فرمائی۔ زیادہ تعداد ہندو دوستوں کی تھی۔ ۲۷ر ساڑھے سات بجے شام زیر صدارت محترم دوارکا ناتھ کپور ایڈووکیٹ مظفر پور اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی جس میں محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے مذہب اور امن عالم کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر کی۔ جو بہت پسند کی گئی۔ خاکسار بوجہ علالت طبع تقریر نہ کر سکا صدر محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ نہایت عمدہ تقریر تھی۔ درحقیقت مذہب کا ناجائز استعمال کر کے مذہب کو بدنام کیا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر مذاہب کے پیرو فرقہ وارانہ ذہنیت سے کرفتہ وفساد برپا کرتے رہے تو ہمارے ملک جس میں بہت زیادہ مذاہب پائے جاتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا انجام ہوگا۔ لہٰذا اس نوعیت سے مولانا کی باتیں زیادہ قابل غور ہیں۔ آخر میں کلب کی طرف سے محترم امرناتھ پوریڈہ نے اپنی چند منٹ کی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے مناظرے بھی دیکھے اور بہترے مذہبی پنڈتوں کی تقریریں بھی سنیں لیکن افسوس کہ ایک دوسرے کے مذہب پر کیچڑ اچھالنے کے سوا اس میں کچھ نہ دیکھا اور اس غلط رہنمائی کا خمیازہ ہمیں آج بھگتنا پڑا۔ لیکن آج کی تقریر میں مولانا نے تمام مذاہب کو اہم تعلیم میں تعلق پیدا کر کے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے نظریے سے بھی سوچنا چاہیئے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مادی ترقی ہمیں امن اور شانتی نہیں دے سکتی البتہ مذہب ہمیں امن سے ہمکنار کر سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہر مجمعوں میں اپنی نوعیت کا یہ ایک پہلا لیکچر تھا میں مولانا کو اپنی طرف سے اور کلب کی طرف سے مبارکباد دیتا ہوں۔ حاضرین کیلئے محترم ڈاکٹر صاحب سید داؤد احمد کی طرف سے اعلیٰ پیمانے پر ناشتہ کا ایک وسیع انتظام کیا گیا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد یہ تقریب بخیر انجام پذیر ہوئی۔ ناظرین کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سید داؤد احمد صاحب کو نیک مخلص اور خادم دین اولاد سے نوازے۔ آمین۔ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا اچھا انتظام تھا۔

بھاگلپور ۲۸ رکو گیارہ بجے رات مظفر پور سے روانہ ہو کر ۲۹ رکی صبح کو وفد بھاگلپور پہنچا۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب صدر جماعت احمدیہ بھاگلپور اور محترم محمد ابراہیم صاحب احمد مختار صدر جماعت احمدیہ برہ پورہ۔ محترم ڈپٹی محمد ایوب صاحب اور مکرم محمد یوسف صاحب کے علاوہ متعدد احباب جماعت و خدام ریلوے اسٹیشن پر وفد کا استقبال کرنے کی غرض سے تشریف فرما تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی موٹر کار پر سوار ہو کر وفد محترم مرحوم مولوی اختر علی صاحب مرحوم کے بنگلہ "احمدیہ بلڈنگ" تک پہنچا۔ اسی بنگلہ پر بعد نماز مغرب زیر صدارت ڈاکٹر محمد یونس صاحب ایک تبلیغی اجلاس منعقد ہوا جس کے لئے پہلے سے بازاروں اور محلوں میں آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ سے منادی کر دی گئی تھی۔

تبلیغی اجلاس تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد فضائل قرآن کے موضوع پر خاکسار نے تقریر کی اور بتایا کہ دور حاضرہ کے مسلمان کسقدر قرآن کریم سے دور ہو رہے ہیں اور اسکی ذمہ داری ان علماء پر ہے جو قرآن کریم کے ایک حصہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور جسقدر انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں انہیں اساطیر الاولین تک محدود قرار دیدیا گیا ہے اور جس قدر آیات قرآنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے پیشگوئیاں بیان کر رہی ہیں انہیں قیامت پر چسپاں کر کے قرآن کریم کا خاتمہ کر دیتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ قرآن کو پیش کیا اور ثابت کیا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اور آپ نے بتایا کہ انبیاء کے واقعات آئندہ آنیوالے مامور و مرسل اور مسیح و مہدی کے پرکھنے کیلئے کسوٹی ہیں۔ اور قرآن کریم کی پیشگوئیاں جو اس زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں مسیح الزمان کی صداقت کیلئے زبردست شہادت اور گواہ ہیں۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں ایک زندہ کتاب کو دنیا کے سامنے پیش کیا خاکسار کی تقریر کے بعد محترم مولانا بشیر احمد صاحب نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر دلکش انداز میں تقریر بیان فرمائی ابھی نصف تقریر ہوئی تھی کہ زور کی بارش شروع ہو گئی اور جلسہ بعد دعا ختم کر دیا گیا

ٹیلیو سوفیکل ہال بھاگلپور ۳۰ راپریل بعد نماز مغرب ٹھیو سوفیکل ہال بھاگلپور میں مسٹر آر۔ این سنہا ایم۔ اے۔ ایم۔ ایل جج بھاگلپور کی زیر صدارت ایک اجلاس منعقد ہوا۔ ہندو دوست کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ۴۵ منٹ تک مولانا بشیر احمد صاحب نے ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔ محترم جج صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ میں نے تو خواب میں بھی یہ خیال نہ کیا ہوگا کہ ایسا لیکچر سن سکونگا آپ نے متعدد مرتبہ مقرر محترم کا شکریہ ادا کیا آخر میں مکرم ڈاکٹر محمد یونس صاحب نے صدر محترم اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

برہ پورہ برہ پورہ بھاگلپور سے متصل ہے اس لئے ٹھیو سوفیکل ہال میں جلسہ ختم ہونے کے معاً بعد برہ پورہ میں جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد پہلی تقریر خاکسار نے شاہی مسجد لاہور کے خطیب صاحب کے عید الفطر کے خطبہ کا تجزیہ کیا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ تھوڑے سے عرصہ میں پاکستان کی سرزمین میں دس ہزار نفوس عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں اور بتایا کہ اس میں دور حاضرہ کے ان علماء کا دخل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور احیائے موتی اور خلق طیور جیسی صفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو متصف تسلیم کر کے خدا تعالیٰ کی صفات میں مسیح کو شریک قرار دے رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم ان امور کی بالوضاحت تردید کرتا ہے خاکسار کی تقریر کے بعد مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے دور حاضر کے متعلق ان پیشگوئیوں کو بیان فرمایا جو قرآن کریم اور احادیث میں بتائی گئی تھیں اور بتایا کہ جب یہ پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقدس مسیح و مہدی کا ظہور بھی ہو چکا ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوے پیش کر کے بتایا کہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ اور شدید مخالفتوں کے علی الرغم آپکی قائم کردہ جماعت زمین کے کناروں تک پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ بعد دعا اجلاس برخواست ہوا۔ اس اجلاس کی کارروائی محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب صدر جماعت بھاگلپور کی زیر صدارت انجام پذیر ہوئی۔ لاؤڈ سپیکر کا اچھا انتظام تھا۔

خانپور ملکی یکم مئی بھاگلپور سے دس بجے دن روانہ ہو کر ایک بجے دوپہر ہم لوگ خانپور ملکی پہنچ گئے۔ رات کو ایک تبلیغی جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ سات بجے شب محترم مولانا بشیر احمد صاحب کی زیر صدارت اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد خاکسار نے صداقت احمدیت کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ آخر میں محترم مولانا بشیر احمد صاحب نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریر فرمائی اور بعض تربیتی امور کی طرف جماعت کو متوجہ فرمایا۔ بعد دعا اجلاس برخاست ہوا۔

بلاری ۲ رمئی کو ہم لوگ بلاری پہنچ گئے۔ بعد نماز مغرب ایک جلاس منعقد ہوا۔ پانصد نفوس کا اجتماع تھا جس میں کثیر اکثریت ہندو دوستوں کی تھی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا بشیر احمد صاحب نے احترام پیشوایان مذاہب توحید۔ مساوات اور اچھا کیریکٹر پر ایک وجد آفرین تقریر کی اور آیات قرآنی اور سنسکرت کے شلوک پڑھ کر اپنی تقریر کو مزین فرمایا بعدہ خاکسار نے ہندو مسلم اتحاد پر ایک مختصری تقریر کی۔ لکھنؤ میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو دوست نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایسے پرچارک بھارت میں دورہ کرتے رہیں تو بھارت دیش بہت شانتی پراپت کر سکتا ہے۔ اس اجلاس کی کارروائی مسٹر ی نول کشور صاحب آف ہش پور کے رئیس اعظم نے کی۔ محترم شیخ منظور احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ رنکھیہ بلاری نے بعض معززین کی دعوت طعام بھی کی اور مکرم محمد عثمان صاحب سیکرٹری مال و قائد خدام الاحمدیہ نے بھی جلسہ کو کامیاب بنانے کی کافی کوشش کی۔

مونگھیر بلاری کا جلسہ ختم کر کے براستہ خانپور ملکی ہم لوگ ۳ رمئی کو مونگھیر پہنچ گئے یہاں چار اور پانچ مئی کو دو تبلیغی جلسوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور بازاروں میں آلہ مکبر الصوت سے اعلان بھی کیا جا رہا تھا۔ پہلا اجلاس احمدیہ مسجد کے ملحقہ میدان میں خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریر فرمائی جس میں دلی مخالفت، حلف الفضول، شراب بندی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو دلنشین انداز میں بیان فرمایا۔ یہ تقریر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ بعدہٗ خاکسار نے سوا گھنٹہ تک امن عالم اور مذہب کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد دعا اجلاس برخاست ہوا۔

۵ رمئی کو اسی مقام پر محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل کی زیر صدارت ساڑھے سات بجے شب دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا بشیر احمد صاحب فاضل نے موعود اقوام عالم کے موضوع پر سوا گھنٹہ تک تقریر بیان فرمائی۔ آپ نے متعدد مذاہب کی کتب سے وہ علامات بیان فرمائیں جو موعود اقوام عالم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ بعدہٗ خاکسار نے سوا گھنٹہ تک فتنہ دجال اور اس کا سیلاب منظر اور اس کا مصداق کے موضوع پر تقریر کی ۔۔۔ [illegible]

کی گئی۔ اور عیسائی مذہب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، احیاء موتیٰ، خلق طیور کی قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں تردید کی گئی۔ نیز موعود اقوام عالم کا مقام ظہور قادیان اور اور اس کا دارالامن ہونا، سندھ دسلم، سکھ اور پارسی کتب سے ثابت کیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دو عظیم الشان نشان بیان کئے گئے: "الطاعون" اور "مصلح موعود"۔ بعد دعا اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ مونگھیر کے جلسوں میں پہلے دن کی حاضری بوجہ میونسپل انکشن مختصر تھی لیکن دوسرے دن کافی لوگ تھے جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ صدر جماعت محترم سید نعیم الدین صاحب احمد اور خدام الاحمدیہ کے دو نوجوان سید بشیر خالد صاحب اور سید منیر الدین صاحب اور دیگر احباب جماعت نے نہایت اخلاص اور شب و روز کی انتھک محنت سے جلسوں کو کامیاب بنایا۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

مہولی مونگھیر اور گنگا کے کنارے پر ایک بستی "مہولی" آباد ہے۔ صدر جماعت احمدیہ محترم سید نعیم الدین صاحب احمد کا مکان یہیں ہے۔ تبلیغی وفد صبح سات بجے صدر صاحب کے دولتکدہ پر ایک ڈیڑھ گھنٹے کے قیام کے لئے پہنچا۔ صدر محترم نے ایک عربی دان نوجوان کو بلوا بھیجا کہ وہ اپنے شکوک مبلغین کے سامنے پیش کر کے اپنی تشفی کر لیں۔ انکے جواب میں انہوں نے مولانا حفظ الرحمن صاحب کی ایک تصنیف "یہودی جو قصص الانبیاء کی ایک جلد تھی اور اس کے نصف اول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ سامنے رکھ کر ایک طویل جرح پیش کی گئی تھی۔ اور نصف آخر میں دینیاتی مسائل میں سے صرف ختم نبوت کے چند اوراق میں تشریح کی گئی تھی۔ عربی دان دوست نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ آپکی طرف سے ابھی تک اس کتاب کا جواب شائع نہیں ہوا۔ اسلئے آپ لوگ یہ کتاب اپنے ساتھ لے جائیں اور اس کا جواب شائع کریں۔

بمشکل اس نوجوان کو بلایا گیا تھا کہ خاکسار نے کہا کہ کتاب کے نصف اول کا جواب شائع کر چکے ہیں اسلئے ضرورت نہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد جو مولانا حفظ الرحمن کے ہم عقیدہ ہونے کے علاوہ موصوف کے جماعتی بزرگ بھی ہیں وہ واضح الفاظ میں وفات مسیح کا اعتراف "ملفوظات آزاد" میں فرما چکے ہیں اور یہ کتاب اسوقت ہمارے پاس موجود ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔ رہا ختم نبوت کا مسئلہ سو اس باب میں مؤلف موصوف کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دیوبند نے اپنی تصنیف تحذیر الناس میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ "بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا" یہ سن کر غیر احمدی

دوست نے اعتراف کیا کہ جماعت احمدیہ کے زبردست دلائل کے سامنے ہمارے علماء عاجز و بے بس نظر آتے ہیں۔

اوریسا تبلیغی وفد ۳ر مئی نو بجے دن مونگھیر سے روانہ ہو کر بارہ بجے دوپہر اوریں پہنچ گیا۔ ریلوے اسٹیشن پر جماعت اور غیراز جماعت نوجوان استقبال کیلئے موجود تھے۔ بعد نماز مغرب حضرت سید وزارت حسین صاحب جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بھی ہیں کی زیر صدارت اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم مولینا بشیر احمد صاحب نے ۲۵ منٹ تقریر کی۔ بعد ازاں خاکسار نے ۴۵ منٹ تقریر کی اور آخر میں بیس منٹ تک محترم مولانا بشیر احمد صاحب نے دوبارہ تقریر کی۔ اوریں کے گرد و نواح سے متعدد غیر مسلم دوستوں نے جلسہ میں شرکت فرمائی تین چار صد کا مجمع تھا۔ مستورات کیلئے پردہ کا انتظام تھا۔ مسلم غیر مسلم سب نے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ اور جلسہ کی کارروائی کو بہت پسند کیا گیا۔ بالخصوص محترم مولینا بشیر احمد صاحب کے سنسکرت اشلوک سن کر بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور صبح ہندو مستورات کا ایک وفد اس غرض سے حضرت حسین صاحب کی خدمت میں پہنچی کہ مزید ایک روز تبلیغی وفد کو ٹھہرا لیا جائے لیکن بوجہ عدیم الفرصتی اس تجویز کو کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا بہت اچھا انتظام تھا۔ اوریں ہمارا آخری پروگرام تھا اور ہمیں خوشی ہے کہ اس دورہ کا اختتام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مقرب صحابی کی زیر صدارت منعقدہ اجلاس سے ہوا۔

شکریہ احباب اڑیسہ و بہار کے اس تبلیغی دورہ میں جماعت ہائے احمدیہ کے امراء و صدر صاحبان و دیگر عہدیداران و احباب نے جس محبت و اخلاص سے جلسوں کو کامیاب بنایا وہ قابل صد ستائش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان مخلصین کو اپنے خاص فضل سے نوازے ان کی مشکلات دور فرمائے۔ اور روحانی و جسمانی ترقیات کے بیش از بیش دروازے ان کے لئے کھولے آمین۔

پریس صوبہ اڑیسہ و بہار کے غیر از جماعت اردو و انگریزی و اڑیہ اخبارات میں تبلیغی وفد کے بعض جلسوں کی رپورٹیں بھی شائع ہوئیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔

خلفائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں
چند عیدوں کے متعلق کچھ یادیں

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

از قلم حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

(۱)

عید کی نماز مسجد اقصیٰ میں ہی پڑھی جاتی تھی۔ جب خلافت اُولیٰ قائم ہوئی تو عیدگاہ قدیم میں نماز پڑھنے کی ٹھانی گئی۔ مگر جگہ ہموار نہ تھی صرف چار یا پانچ فٹ اونچی دیوار مغربی جانب نظر آتی تھی۔ ساتھ ایک ہی ہندو کا سمادھ اور قریب ہندو مردے جلانے کا مقام۔ اس سے اوپر سے اونچی جگہ تھی ایک طرف مرزا ہادی بیگ مورث اعلیٰ وغیرہ کی قبریں دوسری جانب کنداں فقیر کملانے والوں کے قبضے میں کچھ درخت پیپل۔ بڑ۔ اس کے نیچے تیس چالیس نمازی جمع ہوتے۔ محترم شیخ یعقوب علی صاحب رضی اللہ عنہ مرزا نظام الدین صاحب کو بھی ساتھ لے آتے۔ مرزا صاحب نے دو روپے حضرت خلیفۃ المسیح اول کو پیش کئے۔ نماز آپ ہی کی اقتداء میں پڑھی۔ کچھ دیہاتی نظرانی چادروں میں باندھے لائے جو میاں بگا صاحب رجولیے آپ کو سورتی مسجد کا ملا مؤذن سمجھتے تھے) نے اپنی چادر میں لیا اور انہیں نماز پڑھائی۔

(۲)

ایک عید ریتی چھلہ جہاں بعد میں حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کا مکان بنا تھا وہاں مولانا محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی۔ مولانا نماز سے پہلے عصا پر ٹیک لگائے کھڑے ہوتے جاتے اور اپنی دلکش آواز میں بار بار کہتے صفوا صفوفکم رحمکم اللّٰہ (اللہ تم پر رحم کرے۔ اپنی صفوں کو درست کر لو) اس سے پہلے اور بعد میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ بھی حدیث کے مطابق تھا بلکہ حدیث میں مروی الفاظ ہی موصوف نے دہرائے!

(۳)

عیدگاہ میں سو بعہد خلافت ثانیہ صاف اور ہموار کر دی گئی تھی۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی۔ کچھ لوگ اپنے سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹاتے رہے تھے۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر فرمانے لگے صحابہ تو سنگریزوں پر ہی خوشی سے سجدہ کرتے۔ میں نے عرض کیا وہ پہلے بھی انہیں کنکروں پر تھے یہ لوگ اس کے عادی نہیں!!

(۴)

ایک دفعہ جمعہ اور عید ایک ہی دن جمع ہو گئے۔ حضور ایدہ اللہ نے عید کی نماز کے بعد فرمایا۔ بس اب جمعہ کی نماز ضروری نہیں۔ جب آپ چلے گئے تو اس پر گفتگو شروع ہو گئی۔

حدیث میں دونوں طرح کا ذکر ہے۔ بعض کا استدلال تھا کہ یہ عوالی کے لئے تھا۔ یا وہ گاؤں میں جب کہ عید منانا شہر والوں کے لئے نہیں اور جمعہ کی نماز تو بہ نص صریح فرض ہے اور عید کی نماز سنت و کہ معظمہ میں حج کے بعد قربانیاں ہوتی ہیں نماز عید نہیں پڑھی جاتی۔ اسی سبب سے جمعہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ جو لوگ بیٹھے رہے اُن کو حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اور بیرونی محلوں کے کچھ لوگ چلے گئے تھے۔

(۵)

ایک عید کا واقعہ ہے۔ ہم عیدگاہ میں جمع تھے تو اطلاع پہنچی حضور نہیں آئیں گے۔ غالباً حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ سب واپس مسجد اقصیٰ پہنچے۔ ان نہ ہو جانے پر نماز کے بعد حضور تشریف لے آئے۔ ایک آرام کرسی پر شمالی جانب پر بیٹھے اور درود شریف اللّٰھم صلّ علیٰ محمد پر ایک تقریر دلپذیر فرمائی۔ جس میں نہایت پُر معارف نکات بیان فرمائے۔ خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم نے تقریر لکھی آرزو تھی کہ یہ ضرور جلد چھپے مگر نہ چھپی۔ شاید سیف زود نویس کے پاس ہو اور اُن کے ذریعہ شائع ہو جائے!!

اکمل عفا اللہ عنہ

وصـــــــایا

نوٹ: ذیل کی وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاری ہیں کہ اگر کسی صاحب کو ان میں سے کسی وصیت کے متعلق کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو اس سے مطلع کریں۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

۱۳۲۴۷ مسمیٰ رفعت اللہ غوری ولد محمد اسمٰعیل صاحب غوری قوم مسلم سنہ ورت نی پیشہ طالب علم عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن یادگیر ڈاکخانہ یادگیر ضلع گلبرگہ شریف صوبہ علاقہ میسور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۵۹/۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں اور نہ مجھے والدین کی طرف سے کوئی رقم باقاعدہ ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ اس وقت میری حیثیت ایک طالب علم کی ہے۔ مجھے جو خرچ تعلیمی ملتا ہے اس میں سے میں ماہوار ایک روپیہ پابندی سے چندہ حصہ آمد ادا کروں گا۔ البتہ میری یہ وصیت ہے کہ بوقت وفات جو میری جائیداد ثابت ہو اسکے دسویں حصہ (۱/۱۰) کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور یہ اختیار دیتا ہوں کہ وہ میری جائداد سے ۱/۱۰ دسویں حصہ کی حد تک رقم وصول کر سکتی ہے۔ العبد رفعت اللہ غوری طالب علم بی کام عثمانیہ یونیورسٹی مقیم یادگیر۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل وکیل یادگیر سیکرٹری مال یادگیر۔ گواہ شد فیض احمد مبلغ یادگیر ۶۱/۳/۱۷

۱۳۲۴۸ مسماۃ ناصرہ بیگم زوجہ مولوی بشیر احمد صاحب بانگڑوی قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ مشرقی پنجاب انڈیا۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶ مارچ ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی آمد ہے۔ بلکہ منقولہ جائداد ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ طلائی زیورات مرکیاں طلائی ایک جوڑی وزن نصف تولہ انگوٹھی طلائی نصف تولہ چوڑیاں نقرئی چار عدد پازیب ایک جوڑی وزن چھ چھٹانک سونے کے زیورات کی قیمت بازاری ۱۲۵/- روپے اور نقرئی کی قیمت ۵۰/- روپے ہے۔ گویا کل زیورات کی قیمت مبلغ ۱۷۵/- روپے ہے (۲) زر مہر مبلغ دو سو روپے بذمہ خاوند ہے۔ میں اپنی اس جائداد کے دسویں حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ نیز اگر میں کوئی اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ پیدا کروں تو اس کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر کوئی آمد بھی مجھے ہو تو اس کا دسواں حصہ بھی ادا کروں گی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں حصہ جائداد کے طور پر کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراؤں تو بعد وفات بوقت حساب مجرا کی جائے گی۔ اس وصیت کی ادائیگی میں میرے کسی رشتہ دار کو مارج ہونے کا کوئی حق نہیں ہوگا ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین المرقوم مورخہ ۶۱/۳/۱۶ الامۃ (دستخط) ناصرہ بیگم موصیہ۔ العبد (دستخط) مولوی بشیر احمد بانگڑوی خاوند موصیہ۔ العبد (دستخط) قریشی عطاء الرحمٰن سیکرٹری وصایا لوکل۔

۱۳۲۵۱ میں غلام رسول ولد صاحب حسین صاحب، قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۵۲ء ساکن اڈیکور ڈاکخانہ اڈیکور ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں اس وقت ماہوار آمد ہوتی ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہوگا اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ المرقوم تاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۶۰ء۔ العبد غلام رسول اڈیکور ضلع محبوب نگر ۶۰/۷/۱۰ گواہ شد محمد قاسم احمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ اڈیکور ضلع محبوب نگر۔ گواہ شد عبد الحمید کارخانہ بیڑی تارا مارک اڈیکور ضلع محبوب نگر۔

۱۳۲۵۵ میں مرزا احمد اللہ بیگ ولد مرزا دلاور بیگ صاحب قوم مغل پیشہ ملازمت خانگی عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن مکان [illegible] ڈاکخانہ حیدرآباد ضلع حیدرآباد صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ یکم ستمبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ والد صاحب مرحوم کی متروکہ اراضی قیمت تخمیناً دس ہزار روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۴ حصہ یعنی مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ کا میں حق دار ہوں۔

(۲) جائداد غیر منقولہ حسب ذیل اشیاء میری ملکیت میں ہیں

ا۔ موٹر W.K.5 قیمت ڈیڑھ ہزار روپیہ ۱۵۰۰/-

ب۔ سائیکل ۔۔ ایک صد روپیہ ۱۰۰/-

ج۔ دستی گھڑی ۔۔ ایک صد روپیہ ۱۰۰/-

اس طرح مبلغ سترہ سو روپیہ جس کا ۱/۱۰ حصہ مبلغ ایک سو ستر ۱۷۰ روپیہ ہوتے ہیں اسکے میں ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔

(۳) اس وقت میری ماہانہ آمدنی ایک سو بیس روپیہ (۱۲۰) ہے ماہانہ ۱/۱۰ حصہ مبلغ بارہ روپیہ ہر ماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ جو بھی آمد ہو گی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

نوٹ:- میرے ذمہ اپنی اہلیہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت سیٹھ محمد معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ کا حق مہر مبلغ دو ہزار روپیہ قابل ادا ہے۔ العبد مرزا احمد اللہ بیگ ۶۰/۹/۱ گواہ شد محمد عبد اللہ بی ایس سی ایل ایل بی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ حیدرآباد ۶۰/۹/۱۔ گواہ شد احمد حسین نائب امیر جماعت حیدرآباد ۶۰/۹/۱

۱۳۲۵۷ مسماۃ بیگم بی زوجہ مولوی فیض احمد مبلغ قوم دکھنی پیشہ امور خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن یادگیر۔ ڈاکخانہ یادگیر ضلع گلبرگہ۔ صوبہ میسور اسٹیٹ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے :-

(۱) حق مہر جو کہ بذمہ خاوند واجب الادا ہے ۲۵۰/-

(۲) زیور طلائی ایئر رنگ وزنی تخمیناً ایک تولہ ۱۲۵/-

(۳) گلوبند طلائی ۔۔ ۱½ تولہ ۱۷۵/-

(۴) انگوٹھی ۲ عدد طلائی وزنی تخمیناً ۸ ماشہ ۷۵/-

کل میزان ۶۲۵/-

میں مبلغ ۶۲۵/- روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے وقت جو جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں ہاتھ سے کچھ محنت مزدوری کر لیتی ہوں جس سے مجھے ماہوار اوسط آمدنی ۵/- روپے ہو جاتی ہے جس کا ۱/۱۰ حصہ میں ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتی رہوں گی۔ فقط والسلام الامۃ بیگم بی۔ گواہ شد فیض احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ یادگیر خاوند موصیہ۔ گواہ شد بشیر الدین احمد یادگیر چاند مارک بیڑی فیکٹری۔

۱۳۲۶۲ میں محمد قاسم ولد احمد صاحب قوم سید پیشہ ملازمت خانگی عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۶ء ساکن اڈیکور ڈاکخانہ اڈیکور ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے

(۱) دو عدد پختہ مکان واقع اڈیکور قیمت ۳۵۰۰/- روپیہ

(۲) ایک فلور مل ۔۔ ۲۲۰۰/- ۔۔

(۳) زمین زرعی کاشت ۔۔ ۱۵۰۰/- ۔۔

(۴) دوکان ایک ۔۔ ۳۰۰/- ۔۔

میزان ۷۵۰۰/- روپے

میں سات ہزار پانچصد کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل خزانہ یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرتے وقت جو جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ خاکسار خانگی ملازم ہے ماہوار پچیس روپیہ ملتا ہے اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ وصیت کرتا ہوں۔ فقط والسلام العبد محمد قاسم احمدی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ اڈیکور ۶۰/۱۱/۱۵ گواہ شد عبد الحمید احمدی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ اڈیکور ۶۰/۱۱/۱۵ گواہ شد فیض احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ یادگیر ۶۰/۱۱/۱۵

۱۳۲۶۳ میں فاطمہ بی زوجہ سید محمد قاسم صاحب قوم سید پیشہ امور خانہ داری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۰ء ساکن اڈیکور ڈاکخانہ اڈیکور ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔

(۱) حق مہر جو کہ بذمہ خاوند واجب الادا ہے (۵۰) روپیہ

یہ پچاس روپیہ سب وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد اور جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس جائداد پر وصیت (۱/۱۰) حصہ حاوی ہوگی۔ میں ماہوار پندرہ روپیہ محنت مزدوری کرکے کما لیتی ہوں میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا (۱/۱۰) حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف کرتی رہوں گی۔ اور یہ بھی حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتی ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی (۱/۱۰) کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے۔ فقط الامۃ نشان انگوٹھا فاطمہ بی۔ گواہ شد محمد قاسم احمدی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ اڈیکور خاوند موصیہ ۶۰/۱۱/۱۶ گواہ شد فیض احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ یادگیر ضلع گلبرگہ ۶۰/۱۱/۱۶

جناب بخشی غلام محمد صاحب وزیر اعظم ریاست کشمیر کی چارکوٹ و پونچھ میں آمد

خلاصہ رپورٹ مرسلہ محمد صدیق صاحب نائی صدر جماعت احمدیہ پونچھ و شیندرہ
(بتوسط نظارت دعوت و تبلیغ قادیان)

چارکوٹ مورخہ ۱۹ راپریل ۱۹۶۱ء:- جناب بخشی غلام محمد صاحب وزیر اعظم ریاست کشمیر دورہ پونچھ کے سلسلہ میں آج یہاں تشریف لائے۔ مقامی سرکاری و غیر سرکاری اداروں نے پورے اہتمام سے آپ کا استقبال کیا۔ جماعت احمدیہ چارکوٹ کے جملہ افراد نے جناب بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر کی قیادت میں جناب بخشی صاحب کا استقبال کیا۔ مکرم صدر صاحب جماعت چارکوٹ نے جناب بخشی صاحب کے گلے میں ہار پہنایا اور جماعت کی طرف سے بابو محمد یوسف صاحب نے خوبصورت فریم میں لگایا ہوا ایڈریس ان کی خدمت میں پیش کیا۔ جناب بخشی صاحب نے خوشی سے اس کو قبول کیا اور پڑھنے کا وعدہ فرمایا۔ اس موقعہ پر عبد الحق صاحب خادم نے میری ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ مکرم محمد شفیع صاحب قائد نے بھی انتظام و انصرام میں امداد کی۔

دوسرے دن یعنی ۲۰ راپریل کو جناب بخشی صاحب پونچھ تشریف لے گئے وہاں پر بھی بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر کی قیادت میں احباب جماعت نے استقبال کیا۔ اور حوالدار محمد ابراہیم صاحب نے خوشنما فریم میں جناب وزیر صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ جس کو انہوں نے پوری توجہ سے پڑھا۔

دوسرے روز ڈاک بنگلہ میں جناب بخشی صاحب نے کھلا دربار لگایا۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کا ایک وفد مکرم بابو صاحب موصوف کی قیادت میں جناب وزیر اعظم صاحب سے ملاقی ہوا۔ اور مسجد احمدیہ پونچھ کی واگذاری مرمت وغیرہ کی درخواست کی۔ جناب بخشی صاحب نے وفد کی معروضات توجہ سے سنیں۔ اور نیشنل کانفرنس کے لیڈروں اور ڈپٹی کمشنر صاحب پونچھ کو فوری طور پر مذکورہ مسجد جماعت احمدیہ کو واپس کرنے کی ہدایت کی۔ اور میونسپلٹی کے چیئرمین صاحب کو مسجد کی مرمت اور ضروری بندوبست کر دینے کی بھی ہدایت فرمائی۔ سوائے ایک کمرہ کے مسجد احمدیہ کا باقی تمام حصہ وہاں کی جماعت کو واپس کر دیا گیا۔ جناب وزیر اعظم صاحب اپنے منصفانہ اور ہمدردانہ فیصلہ کی بنا پر تمام جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو ملک و قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق دے۔ اور جملہ اہم امور میں ان کو راہ صواب اختیار کرنے کے مواقع بہم پہنچاتے رہے۔ (اسی رپورٹ مقامی اخبارات میں بھی شائع ہو چکی ہے)

دیا کرہ خلافت حقہ کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع ہو کر ایک فعال جماعت بن کر ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعت دین کا بے نظیر کام کرے۔

بلا شبہ خلافت ہی وہ بلند مینار ہے جس سے ہر شخص کو ذاتی روشنی بھی ملتی ہے اور اس کی پُر وقار شخصیت کے ساتھ وابستگی کے نتیجہ میں بہت العظمت کی وہ خوابیدہ قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں جو اگر خدا چاہے تو اسکے اپنے نفس کیلئے بھی اور علاقہ مراتب ساری اسلامی دنیا کیلئے بھی کایا پلٹ کی حیثیت رکھتی ہیں!!

خلافت کی دائمی نعمت

(بقیہ صفحہ ۲)

بعینہ سر انجام دیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد خلافت ثانیہ کے ہاتھ پر جماعت کے احباب جمع ہوئے اور صبا لغیبی کی جماعت نے اپنے واجب الاطاعت امام کی قیادت میں دینی خدمت کے عالمگیر پروگرام کو بڑھایا۔ اور یہ سراسر خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان تھا کہ جہاں ہر میدان میں آپکو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی وہاں کام کرنیوالوں پر کفر کے فتوے دینے یا بعض حقیقتوں کو نہ سمجھتے ہوئے اس برگزیدہ جماعت کے افراد کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کیلئے نام نہاد علماء کو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ ان لوگوں کو طبیعت جلد سے اسلام کی حقیقی خدمت بجا لانے کی توفیق ملی جاتی ہے تو سوائے زبانی جمع خرچ کے اندر عمل میدان میں کچھ نہیں بن پڑتا —— وہ نہیں جانتے کہ اس وقت اسلام کو کس چیز کی ضرورت ہے اور یہ کن ناگفتہ بہ حالات تقاضا کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ احمدیہ جماعت کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسے یہ موقع

امن عالم کے متعلق اسلام کی بے نظیر تعلیم

(بقیہ صفحہ ۸)

کہ عرب ایک تنگ اور گمنام سرزمین میں ایک نبیّ کے اس عظیم پیغام پر انسانی تعلقات کا تصور کرتے وقت اس وسعت و وقت نظر سے کام لیا کہ جس کا وسیع تریں انسانی معاشرہ متقاضی تھا۔ نیز آپ نے تمام امن سے متعلق اور بہت سی باتوں کی بھی تعلیم دی۔

ظلم اور نا انصافی کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ نے ایک ایسا طریق کار اختیار فرمایا جو سرگرمی، معقولیت اور عدل کا آئینہ دار تھا یہی آپ جان ہی جسکو آپ نے

دار الافتاء ربوہ

جمعہ و عید کا اجتماع

اگر عید جمعہ کے روز ہو اور عید کی نماز ادا کی جائے تو جمعہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اب مرکز میں اسی فیصلہ کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ اس تخفیف کی بنیاد یہ ہے کہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے زمانہ میں عملاً ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا عید میں شامل ہونے والے اگر چاہیں تو جمعہ نہ پڑھیں۔

(۲) عید پر دور دور سے لوگ جمع ہوتے ہیں انہیں عید کی مصروفیات کے لئے نماز کے بعد واپس گھر جانا ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی یہ دن بڑا مصروف گذارتے ہیں۔ اگر انہیں دوبارہ جمعہ کے لئے بھی آنا پڑے تو یہ امر حرج اور تکلیف کا موجب ہوگا۔ لہذا ایسی صورت میں شریعت نے سہولت اور تخفیف کے پہلو کو پسند کیا ہے۔

(۳) حدیثوں سے ثابت ہے کہ ضرورت کے پیش نظر جمعہ کی نماز دوپہر سے پہلے یعنی چاشت کے وقت بھی پڑھی جا سکتی ہے گویا یہ وقت جمعہ کے لئے وقت ضرورت ہے پس وقت کے اس اتحاد کی بنا پر عید اور جمعہ کی نماز میں ضم اور تداخل کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور ایک دوسرے کے قائمقام ہو سکتی ہے۔ اس بارہ میں پہلے بھی الفضل میں مفصل دلائل دار الافتاء کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے زیادہ تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ (مفتی سلسلہ)

پروگرام دورہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال

جماعت احمدیہ جنوبی ہند ۱/۶/۶۱ تا ۱۵/۶/۶۱

مندرجہ ذیل جملہ جماعت ہائے احمدیہ جنوبی ہند کے عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق مورخہ ۱/۶/۶۱ تا ۱۵/۶/۶۱ بغرض پڑتال حساب۔ وصولی چندہ جات و تشخیص بجٹ ۶۲-۱۹۶۱ء وغیرہ کے سلسلہ میں دورہ کریں گے۔ جملہ عہدیداران جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند سے توقع ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مکرم انسپکٹر صاحب بیت المال موصوف سے کماحقہ تعاون فرماویں گے۔ ۱۵/۶/۶۱ کے بعد کا پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔

ناظر بیت المال قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	تاریخ روانگی	قیام	
حیدرآباد	۱-۶-۶۱	۱-۶-۶۱		
کرنول	۱-۶-۶۱	۲-۶-۶۱	۱ دن	
چنتہ کنٹہ	۲-۶-۶۱	۵-۶-۶۱	۳ ״	
ادھکور	۶-۶-۶۱	۷-۶-۶۱	۱ ״	
رائچور	۸-۶-۶۱	۸-۶-۶۱	۱ ״	
دیودرگ	۹-۶-۶۱	۹-۶-۶۱	۱ ״	
بیجاپور	۱۰-۶-۶۱	۱۰-۶-۶۱	۱ ״	
یادگیر	۱۲-۶-۶۱	۱۳-۶-۶۱	۲ ״	
مدراس	۱۴-۶-۶۱	۱۶-۶-۶۱	۲ ״	

لوگوں کے ایک ایسے حلقے میں خصوصیت فرمائی جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ ہر حال میں مظلوم کی حمایت کریں گے یہ عہد حلف الفضول کے نام سے موسوم تھا اس گروہ میں شامل ہونیوالے اس راہ میں پیش آنیوالی مشکلات سے تنگ آکر ایک ایک کرکے الگ ہوتے گئے اور اپنا عہد بھی فراموش کر بیٹھے۔ ان میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے کہ جنہوں نے اس عہد کو کبھی فراموش نہ ہونے دیا اور اس پر پوری استقامت کیساتھ آخر دم تک قائم رہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ رفتار زمانہ لاہور)